حسب و نسب (جلد پنجم) الموسوم بہ

۱۲ بارہ امام علیہم السلام

حضرت امام علی علیہ السلام

حضرت امام حسن علیہ السلام

حضرت امام حسین علیہ السلام

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

حضرت امام علی رضا علیہ السلام

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

حضرت امام علی نقی علیہ السلام

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

حضرت امام مہدی علیہ السلام

تالیف:

مفتی غلام رسول جماعتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

زاویہ پبلشرز

زاویہ پبلشرز

دربار مارکیٹ ۔ لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

حسب و نسب (جلد پنجم) الموسوم بہ

بارہ ۱۲ امام علیہم السلام

○ حضرت امام علی علیہ السلام ○ حضرت امام حسن علیہ السلام ○ حضرت امام حسین علیہ السلام
○ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ○ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
○ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ○ حضرت امام علی رضا علیہ السلام ○ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام
○ حضرت امام علی نقی علیہ السلام ○ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ○ حضرت امام مہدی علیہ السلام

تالیف:

مفتی غلام رسول جماعتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

زاویہ پبلشرز
8-C دربار مارکیٹ - لاہور
Ph: 042-37248657- 37112954
Mob; 0300-9467047- 0321-9467047- 03004505466
Email:zaviapublishers@gmail.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

2014ء

بار اول.................1100

ہدیہ.................550

ناشر................. نجابت علی تارڑ

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

﴿ملنے کے پتے﴾

زاویہ پبلشرز

ظہور ہوٹل، دکان نمبر 2
داتا دربار مارکیٹ، لاہور
042-37248657 042-37249558
Email: zaviapublishers@gmail.com

مکتبہ برکات المدینہ، کراچی	021-34219324
مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی	021-32216464
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5558320
اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
اشرف بک ایجنسی، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5551519
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدر آباد	022-2780547
مکتبہ مثنویہ، پرانی سبزی منڈی روڈ، بھاول پور	0301-7728754
نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان	0321-7387299
مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ	0321-7083119
اقرا بک سیلرز، فیصل آباد	041-2626250
مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد	041-2631204
مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد	0333-7413467

تذکرۂ مصنف

فخرالمدرسین جامع المعقول والمنقول حضرت مفتی غلام رسول جماعتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 1923ء میں موضع ڈھینگرانوالی (کوٹلی خورد) تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں ہوئی۔ آپ کا نسبی تعلق قوم جنجوعہ سے ہے۔ آپ کے والد گرامی جلال الدین ایک نہایت متقی پابند صوم وصلوٰۃ بزرگ تھے۔ جن کی تربیت نے اس گوہر تابدار کی چمک دمک کو بڑھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

ابتدائی تعلیم

مفتی صاحب نے کم عمری میں ''للہ شریف'' ضلع جہلم کی دینی درسگاہ میں حفظ قرآن حکیم مکمل کیا اور ابتدائی کتب کا درس لیا۔

اساتذہ کرام

آپ نے حاسلانوالہ ضلع گجرات میں برصغیر کے مشہور ومعروف ماہر فنون عالم دین استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سلطان احمد رحمۃ اللہ علیہ سے درسِ نظامی کا مروجہ نصاب اول تا آخر پڑھا۔ مولانا سلطان احمد کا شمار رئیس المناطقہ حضرت مولانا میر محمد اچھروی لاہور کے ممتاز شاگردوں میں ہوتا ہے۔ حضرت اچھروی کے استاذ رئیس العلماء حضرت شیخ الجامعہ غلام محمد گھوٹوی ہیں اور حضرت شیخ الجامع حضرت مولانا فضل حق رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کے لائق ترین شاگرد ہیں۔ حضرت فضل حق رامپوری رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبدالحق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ

کے شاگرد ہیں اور وہ حضرت امام المناطقہ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین تھے۔ یوں حضرت صاحب کا علمی سلسلہ علمائے خیر آباد سے جاملتا ہے۔

تدریس

تحصیل علوم سے فراغت کے بعد آپ نے چار سال تک جامعہ غوثیہ لالہ موسیٰ گجرات میں تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔ اس کے بعد آپ دارالعلوم نقشبندیہ، دربارِ عالیہ علی پور سیداں شریف، نارووال سیالکوٹ میں بحیثیت صدر مدرس و مفتی 26 سال تک فرائض سرانجام دیے۔ مسلک کے نامور ممتاز علماء و دانشور حضرات نے وہاں آپ سے اکتسابِ علم کیا۔ صاحبزادگانِ علی پور شریف کے علاوہ محقق العصر علامہ مفتی محمد خان قادری (لاہور)، علامہ محمد رشید گجراتی، علامہ محمد بشیر رضوی (کھاریاں) اور متعدد علماء نے آپ سے کسبِ فیض کیا۔ درس و تدریس اور فتویٰ نویسی پر دن رات کام کرنے کی وجہ سے آپ علیل ہو گئے تو 1983ء میں علاج کے لیے برطانیہ تشریف لے گئے۔ صحت یاب ہونے کے بعد دوبارہ علی پور شریف تشریف لائے۔ 1985ء میں علاج کے سلسلہ میں دوبارہ برطانیہ چلے گئے۔ دورانِ علاج جامع مسجد مہر ملت برمنگھم میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ 1985ء میں ہی علماء اہلِ سنت کی متفقہ رائے سے سنی حنفی شرعی کونسل قائم کی گئی جس میں فتویٰ نویسی کے لیے مقرر ہوئے۔

تصنیف

آپ نے برطانیہ میں مسلمانوں کو پیش آنے والے مسائل پر 800 صفحات پر مشتمل فتاویٰ برطانیہ تصنیف فرمایا۔ جو فقہ حنفی کا اہم ذخیرہ ہے۔ بعد ازاں آپ لندن تشریف لے گئے۔ مفکر اسلام شہزادہ غوثِ اعظم حضرت پیر سید عبدالقادر جیلانی مدظلہ

العالی کے حکم پر دارالعلوم قادریہ جیلانیہ والتھم سٹو لندن میں صدر مدرس مقرر ہوئے اور تادمِ آخر وہاں تدریس وفتویٰ نویسی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ برطانیہ میں اقامت کے دوران دو ہزار سے زائد فتاویٰ آپ کے قلم سے لکھے گئے۔ مفتی صاحب نے درجنوں کتب تصنیف فرمائی ہیں جن کی فہرست کتاب ہذا کے آخر میں موجود ہے۔ مفتی صاحب کی زندگی کی آخری کتاب "مسئلہ تفضیل" پر ہے۔ جس کا مسودہ مکمل کرنے کے بعد جلد ہی آپ کا وصال ہو گیا۔ انشاء اللہ عنقریب منظرِ عام پر آ رہی ہے۔

بیعت

آپ حضرت پیر سید افضل حسین شاہ جماعتی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ مئی 1993ء میں آپ کے پیر و مرشد سجادہ نشین علی پور شریف نے سالانہ عرس کے موقع پر دستارِ خلافت عطا فرمائی۔

محبت اہلِ بیت

مفتی صاحب حقیقی معنیٰ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق تھے، اہلِ بیت کے خادم و وفادار تھے۔ جب اُن پاک ہستیوں کا تذکرہ ہوتا تو آپ کی آنکھیں چھم چھم برسنا شروع کر دیتی تھیں۔ مفتی صاحب قبلہ کو اپنے والدین اور اساتذہ کی تربیت نے ایسا رنگ چڑھایا کہ آپ کی ساری زندگی آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف اور ان کی عزت و ناموس کے دفاع کے لیے وقف تھی۔

وصالِ باکمال

8 اکتوبر 2010ء بروز جمعۃ المبارک 87 سال کی عمر میں لندن میں آپ کا وصال ہوا۔ آخری وقت مفتی صاحب کو وضو کروایا گیا، آپ نے ناخن کاٹنے کا حکم فرمایا،

پھر نماز ادا فرمائی اور ساتھ ہی آپ کی روح جسمِ عنصری سے پرواز کر گئی۔
آپ کی نعش اقدس آپ کے آبائی گاؤں لائی گئی اور وہیں دفن کیے گئے۔
انا للہ و انا الیہ راجعون۔
آپ کے جنازہ مبارک کے روح پرور مناظر دیکھنے کے لیے مندرج ذیل ویب سائٹس ملاحظہ فرمائیں:

www.google.com:-Janaza of Mufti Ghulam Rasool

1: www.sunnionline.com

2: www.yanabi.com

3: www.qadrimedia.com

اللہ تعالیٰ اہلِ بیت پاک کے صدقے مفتی صاحب کی قبر پر کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے۔ (آمین)

سید محمد انور حسین شاہ کاظمی
مہتمم دارالعلوم قادریہ جیلانیہ
شاہدرہ ٹاؤن لاہور

فہرست

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
تاثرات	۱۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام	۵۶
تقدیم	۲۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت ہاجرہ سے نکاح کرنا	۵۹
علم نسب تاریخ کا حصہ ہے	۳۳		
علم نسب کا موضوع	۳۸	کذب عام ہے اور جھوٹ خاص ہے۔	۶۰
نسب کی تقسیم	۳۹		
رسول اللہ کے نسب کی فضیلت	۴۳	توریہ اور تقیہ میں فرق	۶۴
تقویٰ اور نسب میں فرق	۴۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین مومن تھے	۶۷
سادات کرام کا نسب	۴۹		
حضور پاک کا نسب حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کرنا جائز ہے	۵۰	حضرت ابراہیم کے والد کا نام تارخ تھا	۶۸
		حضرت ابراہیم کی اولاد	۷۳
سادات کی تعظیم	۵۱	حضرت اسماعیل علیہ السلام	۷۵
باب اول نسب رسول میں	۵۴	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد	۷۷

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
نزار کی اولاد	۷۹	حارث بن عبدالمطلب	۱۰۵
نزار کے چار بیٹوں کا ایک واقعہ	۸۰	جنگِ حنین کا واقعہ	۱۰۵
مدرکہ بن الیاس	۸۵	حضور پاک کل کی خبر دیتے ہیں۔	۱۰۹
نضر بن مالک	۸۶	حضرت حمزہ بن عبدالمطلب	۱۱۱
عمر فاروقؓ کا سلسلہ نسب	۸۷	ابولہب بن عبدالمطلب	۱۱۴
ابوبکرؓ کا سلسلہ نسب	۸۸	حضرت عباس بن عبدالمطلب	
قصی بن کلاب	۸۸	قدیم الاسلام تھے۔	۱۱۵
خدیجہ بنت خویلد	۹۱	حضرت عباس کی اولاد	۱۱۶
عبدمناف بن قصی کے چھ بیٹے تھے	۹۳	زبیر بن عبدالمطلب	۱۱۹
امامہ بنت ابی العاص		ابوطالب بن عبدالمطلب	۱۲۱
	۹۵	حضرت ابوطالب کا دعا کرنا	۱۲۲
حضرت ہاشم بن عبدمناف بن قصی۔		حضرت ابوطالب شراب کو حرام	۱۲۵
	۹۶	سمجھتے تھے۔	
حضرت ہاشم کی وفات	۹۷	فاطمہ بنت اسد کی وفات	۱۲۶
معاہدہ کو دیمک چاٹ گئی	۹۹	عاتکہ بنت عبدالمطلب	۱۲۸
عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف	۱۰۰	ابوجہل کا جنگ بدر کے لیے	۱۲۹
حضرت عبداللہ کے لیے قرعہ ڈالنا۔	۱۰۲	نکلنا۔	
		اسود کی لڑکی کا چوری میں ہاتھ کاٹا	۱۳۰
حضرت عبدالمطلب کے بارہ بیٹے تھے۔	۱۰۴	گیا۔	
		ام حکیم بنت عبدالمطلب	۱۳۱

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
صفیہ بنت عبدالمطلب	۱۴۰	حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا سلسلۂ نسب	۱۶۰
حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب	۱۴۴	حضرت سودہ	۱۶۱
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین	۱۴۶	حضرت عائشہ صدیقہ	۱۶۲
کریمین مومن تھے۔		حضرت حفصہ	۱۶۳
کعب بن لوی جمعہ کے دن خطبہ		حضرت اُم سلمہ	۱۶۴
دیا کرتے تھے۔	۱۴۸	حضرت اُم حبیبہ	۱۶۵
حضور پاک کی والدہ پاک کا ارشاد		حضرت زینب بنت جحش	۱۶۷
کہ میرا ذکر ہمیشہ رہے گا۔	۱۴۱	حضرت زینب بنت خزیمہ	۱۶۸
راوی ایوب بن ہانی ضعیف ہے۔	۱۴۲	خالد بن ولید کی اولاد	۱۶۹
حدیث معلول کی تعریف	۱۴۴	حضرت جویریہ	۱۷۰
حدیث معضل کی تعریف	۱۴۵	حضرت صفیہ اُم المومنین	۱۷۲
ملا علی القاری الحنفی کی توبہ	۱۴۶	حضرت ماریہ قبطیہ	۱۷۳
حضور پاک کی ولادتِ باسعادت	۱۴۷	حضور پاک کے بعض خصائص	۱۷۵
اجتماع نقیضین اور ارتفاع نقیضین	۱۴۹	حضور کو ازواج مطہرات کے	۱۷۶
مرتبہ وجود اور مرتبہ ایجاد	۱۵۱	معاملہ میں اختیار۔	
ملک فارس کے چودہ بادشاہ	۱۵۴	رسول اللہ کا گستاخ کافر اور	۱۸۰
حضور پاک کا تجارت کے لیے	۱۵۴	واجب القتل ہے۔	
ملک شام کی طرف جانا۔		اہل بیت اطہار کی شان میں تنقیص	۱۸۱
رسول پاک کا حضرت خدیجہ کے		کرنا حرام ہے۔	
ساتھ نکاح کرنا۔	۱۵۶	ابو رافع یہودی کا قتل شاتم رسول	۱۸۲

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
کے متعلق امام ابوحنیفہ کا فتویٰ	۱۸۴	اسحاق العریضی	۲۰۵
یزید خبیث کے کافر ہونے کی ایک وجہ	۱۸۶	علی الزینبی	۲۰۶
سیدزادی کے ساتھ غیر سید کا نکاح نہیں ہوسکتا۔	۱۸۷	اسحاق الاشرف بن علی زینبی بن عبداللہ الجواد بن جعفر طیار۔	۲۰۸
		امام اول علی بن ابی طالب	۲۱۰
فتویٰ حسن بن زیاد کی روایت پر ہے کہ غیر کفو میں نکاح نہیں ہوتا۔	۱۸۸	حضرت علی شیر خدا کعبہ میں پیدا ہوئے	۲۱۱
فتویٰ والی روایت میں رضا اور عدمِ رضا کا اعتبار نہیں ہے۔	۱۹۰	پہلے ایمان لانے والے حضرت علی تھے۔	۲۱۲
		عفیف کندی کا بیان	۲۱۵
باب دوم	۱۹۳	سعید بن خیثم ہلالی ثقہ ہے۔	۲۱۷
آل ابی طالب میں			
عقیل بن ابی طالب کی اولاد	۱۹۴	فتاویٰ رضویہ کے بعض محشیوں کی صریح غلطی۔	۲۱۹
ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عقیل۔	۱۹۶	رسول پاک نے حضرت علی کو اپنا بھائی بنایا۔	۲۲۰
جعفر طیار بن ابی طالب	۱۹۷	فاطمۃ الزہرا کا نکاح	۲۲۱
نجاشی بادشاہ کا حضرت جعفر طیار کی تقریر سے متاثر ہونا۔	۱۹۹	حضرت فاطمۃ الزہرا کا نکاح آسمان پر کیا گیا۔	۲۲۲
حضرت جعفر طیار کا شہید ہونا	۲۰۱	حضرت مولیٰ شیر خدا کی مدنی زندگی۔	۲۲۳
حضرت جعفر طیار کی اولاد	۲۰۲	حضرت علی نے کنکریاں اٹھا کر	۲۲۴
معاویہ بن عبداللہ الجواد	۲۰۴	رسول پاک کو دیں۔	۲۲۴

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
پورا ایمان پورے شرک کے مقابلے میں	۲۲۵	تکفین کا انتظام حضرت علی شیر خدا کریں۔	۲۴۴
عمرو بن عبدود کا قتل ہونا	۲۲۶	حضرت مولا علی شیر خدا کا خلیفہ مقرر ہونا۔	۲۴۶
ابن تیمیہ کی غلطی	۲۲۷	حضرت مولا علی شیر خدا خلافت کے مستحق تھے۔	۲۴۷
حضرت علی کی شجاعت خبر متواتر سے ثابت ہے۔	۲۳۰	حضرت عثمان کے خون کے مطالبہ کا حق شرعی وارثوں کو پہنچتا تھا۔	۲۴۸
غزوۂ خیبر	۲۳۱	جنگ جمل	۲۵۰
غزوۂ تبوک	۲۳۲	جنگ صفین	۲۵۱
حضرت علی شیر خدا کا سورت برأت کے اعلان کے لیے جانا۔	۲۳۴	عمار بن یاسر کی شہادت	۲۵۳
ابوبکر صدیق کا امیر حج بننا اور اس کا اہل ہونا۔	۲۳۵	حضرت عثمان کے خون کے مطالبہ قرآن کو نیزوں پر اٹھانا۔	۲۵۴
مومن لوگ جنت میں جائیں گے۔	۲۳۷	حکم مقرر کرنا	۲۵۵
حضرت علی شیر خدا کے بارے میں	۲۳۸	شامی لشکر باغی تھا۔	۲۵۶
خطبہ خم غدیر۔	۲۳۹	دونوں حکموں کی غلطی	۲۵۷
عطیہ عوفی ثقہ ہے	۲۴۱	مولا علی شیر خدا حق پر تھے۔	۲۵۸
حدیث موالات متواتر ہے۔	۲۴۲	جنگ نہروان	۲۶۱
حضرت علی ہر مرد مومن اور مومنہ عورت کے مولا ہیں۔	۲۴۳	حضرت علی کی شہادت	۲۶۲
رسول اللہ کی وصیت کہ میری تجہیز و		حضرت علی شیر خدا کا حلیہ مبارک	۲۶۴

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
مولیٰ علی شیر خدا کی اولاد امجاد	۲۶۵	عبداللہ بن جعفر بھی بڑے سخی تھے	۲۸۸
عباس علمبردار بن امیر المومنین علی بن ابی طالب۔	۲۶۷	امام حسن علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ	۲۸۹
عباس الخطیب بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علم دار	۲۶۹	امام حسن کی خلافت	۲۹۰
عمر اطراف بن علی بن ابی طالب۔	۲۷۱	حضرت معاویہ کی امام حسن کے ساتھ صلح۔	۲۹۲
عبداللہ جعفر الملک الملتانی۔	۲۷۲	خلافت راشدہ کا مفہوم ومطلب۔	۲۹۳
ابوالقاسم محمد بن حنفیہ بن علی بن ابی طالب۔	۲۷۴	حضرت معاویہ بادشاہ تھے	۲۹۴
جعفر بن محمد بن حنفیہ۔	۲۷۶	خلافت دو قسم پر تھی۔	۲۹۶
حضرت شیر خدا کی صاحبزادیوں کے اسماء گرامی۔	۲۷۷	امام حسن علیہ السلام خلیفہ راشد تھے۔	۲۹۸
باب سوم	۲۷۸	امام حسن علیہ السلام کی وفات	۲۹۹
اولاد رسول		امام حسن علیہ السلام کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔	۳۰۱
امام حسن علیہ السلام کا علم وفضل	۲۸۰	امام حسن علیہ السلام کی وفات پر حضرت معاویہ کا خوشی کرنا۔	۳۰۲
امام حسن کے فیصلہ پر عمل	۲۸۱	امام حسن علیہ السلام کی اولاد امجاد	۳۰۴
حسن بصری کا امام حسن علیہ السلام کی طرف خط لکھنا۔	۲۸۴	قاسم بن ابو محمد الحسن بن زید بن حسن مجتبیٰ علیہ السلام۔	۳۰۵
امام حسن علیہ السلام کی عبادت۔	۲۸۵	ابراہیم بن محمد بطحانی	۳۰۵
امام حسن علیہ السلام کی سخاوت	۲۸۶		

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
زید بن ابو محمد الحسن بن زید بن حسن مجتبیٰ علیہ السلام	۲۰۸	مہدی بن منصور اور موسیٰ الجون کی ملاقات۔	۲۲۴
حسن مثنیٰ بن حسن مجتبیٰ بن علی بن ابی طالب	۲۱۱	شیخ عبدالقادر جیلانی کا سلسلہ نسب	۲۲۵
ابراہیم الغمر بن حسن مثنی بن حسن مجتبیٰ بن علی بن ابی طالب۔	۲۱۲	سید عبدالوہاب بن سید عبدالقادر جیلانی۔	۲۲۷
اسماعیل بن ابراہیم الغمر۔	۲۱۴	مفکرِ اسلام سید عبدالقادر جیلانی	۲۲۸
ابوالحسین یحییٰ الہادی زیدیہ کے امام تھے۔	۲۱۵	ولادت باسعادت	۲۳۷
		تعلیمی سرگرمیاں	۲۴۱
حسن مثلث بن حسن مثنی بن حسن مجتبیٰ۔	۲۱۶	تبلیغی سرگرمیاں	۲۴۲
		روحانی فیض	۲۴۴
داؤد بن حسن مثنی بن حسن مجتبیٰ بن علی بن ابی طالب۔	۲۱۷	سید صابر حسین شاہ گیلانی	۲۴۶
		سید ابونصر موسیٰ بن غوث اعظم	۲۴۸
عبداللہ المحض بن حسن مثنیٰ بن حسن مجتبیٰ بن علی بن ابی طالب۔	۲۱۸	یحییٰ بن عبداللہ المحض	۲۵۲
		ادریس بن عبداللہ المحض کو ہارون الرشید نے زہر پلایا۔	۲۵۴
عبداللہ بن محمد نفس ذکیہ کا علاقہ سندھ میں ورود۔	۲۲۰	امام حسین شہیدِ کربلا	۲۵۵
الحسن الاعور بن محمد بن عبداللہ بن نفس ذکیہ۔	۲۲	امام حسین کے کمالات و فضائل	۲۵۷
موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض۔	۲۲۳	امام حسین کی شہادت کے بارے میں پیشگوئی۔	۲۵۹

عنوان	صفحہ
امام حسین اور حضرت عمر فاروق کا مکالمہ	۲۶۱
عبداللہ بن عمر سے ایک عراقی کا سوال کرنا اور آپ کا اس کو جواب دینا۔	۲۶۲
عمرو بن سعد کے حکم سے خولی طعون نے امام حسین کا سر کاٹا تھا۔	۲۶۳
امام حسین کا سر مبارک کربلا ہی میں دفن کیا گیا تھا۔	۲۶۴
امام زین العابدین	۲۶۷
امام زید الشہید بن امام زین العابدین	۲۶۹
یحییٰ بن زید	۲۷۰
عیسیٰ بن زید بن امام زین العابدین کی نص صریح کہ سید زادی کے ساتھ غیر سید کا نکاح نہیں ہو سکتا۔	۲۷۳
عمر الاشرف بن زین العابدین علیہ السلام	۲۷۴
الحسن الناصر الکبیر الاطروش شیعہ زیدیہ کے امام۔	۲۷۵
حسین الاصغر بن امام زین العابدین	۲۷۶
علی الاصغر بن امام زین العابدین۔	۲۷۸
امام محمد الباقر بن امام زین العابدین علیہ السلام۔	۲۷۹
باقر کی وجہ تسمیہ۔	۲۸۰
امام باقر کا علم و فضل	۲۸۲
عبدالملک بن مروان اور رومی بادشاہ کے درمیان خط و کتابت۔	۲۸۳
امام باقر علیہ السلام کا عبدالملک کے پاس تشریف لے جانا۔	۲۸۶
عبدالملک نے اسلامی ملکوں میں امام باقر کے حکم سے اسلامی سکہ کا اجراء کیا۔	۲۸۷
طاؤس یمنی اور امام باقر علیہ السلام کا سوال و جواب۔	۲۸۸
امام باقر علیہ السلام کے کرامات۔	۲۹۱
امام باقر علیہ السلام کے ارشادات۔	۲۹۲
امام باقر کی وفات	۲۹۷
امام جعفر صادق علیہ السلام	۲۹۸
امام جعفر صادق نے فرمایا عالم وہ ہوتا ہے جو لوگوں کے اختلاف کو جانتا ہے۔	۲۹۹
امام بخاری نے امام جعفر صادق	

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
علیہ السلام سے حدیث روایت نہیں کی۔	۴۰۱	داؤد بن علی کا قتل ہونا۔	۴۱۴
امام بخاری عامر بن واثلہ صحابی سے روایت نہیں لی کیونکہ وہ انکو شیعہ سمجھتے تھے۔	۴۰۲	امام جعفر صادق علیہ السلام کے ارشادات۔	۴۱۵
منصور عباسی نے دیباج اصغر کو زندہ ایک ستون میں چنوا دیا۔	۴۰۴	امام جعفر صادق کی اولاد امجاد۔	۴۱۹
یحییٰ بن سعید قطان نے کہا کہ امام جعفر صادق کے بارے میں میرے دل میں خلش ہے اس کا جواب۔	۴۰۵	فاطمی خلفاء کے اسماء گرامی۔	۴۲۰
جرح مبہم غیر معتبر ہوتی ہے۔	۴۰۷	علی العریضی بن امام جعفر صادق۔	۴۲۲
جس کو جمہور نے اپنا امام تسلیم کر لیا ہے اس پر جرح غیر معتبر ہے	۴۰۸	السید جلال الدین حسین الامیر فارسی زبان کے عظیم شاعر تھے۔	۴۲۴
امام جعفر صادق کے کرامات۔	۴۰۹	سید آصف محمد شاہ چراغ آف کلیوال سیداں ضلع گجرات پاکستان	۴۲۵
یحییٰ بن معین نے کہا کہ لیث بن سعد ثقہ تھے۔	۴۱۰	سید منزل حسین شاہ جماعتی	۴۳۲
منصور عباسی نے امام جعفر صادق کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن قادر نہ ہو سکا۔	۴۱۲	محمد المامون بن امام جعفر صادق علیہ السلام۔	
		محمد المامون کی نسل سے پیر سید	۴۳۵
		حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری ہیں۔	۴۳۶
		اسحاق بن امام جعفر صادق۔	۴۴۱
		امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق علیہ السلام۔	۴۴۲
		امام موسیٰ بڑے بردبار اور حلیم طبع تھے	۴۴۴

عنوان	صفحہ
امام موسیٰ علیہ السلام کے کرامات۔	۴۴۵
واقعہ فخ کی تفصیل۔	۴۴۸
امام موسیٰ کاظم کی اولاد امجاد۔	۴۵۰
امام علی الرضا بن امام موسیٰ کاظم۔	۴۵۱
امام علی رضا کا علم وفضل۔	۴۵۲
مامون الرشید کا امام علی رضا کو اپنا ولی عہد مقرر کرنا۔	۴۵۳
امام رضا کی مدینہ منورہ سے روانگی	۴۵۵
امام رضا علیہ السلام کا نیشاپور میں ورود۔	۴۵۶
امام رضا علیہ السلام کا حدیث بیان فرمانا۔	۴۵۷
مامون اور عباسیوں اور دیگر لوگوں کا امام علی رضا کی بیعت کرنا۔	۴۵۹
مامون الرشید نے اپنی بیٹی ام حبیب کا نکاح امام علی رضا سے کیا۔	۴۶۱
امام علی رضا کے بعض کرامات۔	۴۶۲
امین کے بارے میں امام علی رضا کی پیشگوئی کرنا کہ اس کو مامون الرشید کی فوج قتل کرے گی۔	۴۶۴
امام علی رضا کے ارشادات	۴۶۵
امام علی رضا کی وفات	۴۶۷
امام محمد الجواد التقی علیہ السلام۔	۴۶۸
امام تقی علیہ السلام کے بعض کرامات۔	۴۷۲
امام تقی علیہ السلام کے ارشادات	۴۷۵
امام تقی علیہ السلام کی وفات۔	۴۷۶
رضوی سادات	۴۷۷
امام علی نقی علیہ السلام۔	۴۷۸
امام نقی علیہ السلام کے بعض کرامات۔	۴۸۰
امام نقی علیہ السلام کی وفات۔	۴۸۳
امام نقی کی اولاد امجاد۔	۴۸۴
سید حافظ محمد اشرف علی شاہ نقوی۔	۴۸۵
علامہ سید زاہد حسین رضوی۔	۴۸۸
امام حسن عسکری علیہ السلام۔	۴۹۹
امام حسن عسکری کے بعض کرامات۔	۵۰۰
امام حسن عسکری کی وفات	۵۰۵

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
امام مہدی علیہ السلام	٥٠٦	دارقطنی نے فطر بن خلیفہ کی توثیق ذکر کی ہے۔	٥٢٢
امام مہدی علیہ السلام کا ظہور مکہ مکرمہ میں ہوگا۔	٥٠٧	جوزجانی خارجی ہے یہ حضرت علی شیر خدا کا دشمن تھا۔	٥٢٤
تعدیل مقدم ہوتی ہے جرح پر۔	٥١٠	ابوحاتم نے کہا کہ فطر بن خلیفہ صالح الحدیث ہے۔	٥٢٥
اگر جرح کا سبب مذکور نہیں ہے تو پھر جرح کا اعتبار نہیں ہے۔	٥١١	یحییٰ بن معین نے ہارون بن مغیرہ کو شیخ صدوق اور ثقہ کہا ہے۔	٥٢٦
ثقہ وہ ہوتا ہے جو صدوق بھی ہو اور متقن بھی ہو۔	٥١٣	جس حدیث پر امام ابوداؤد سکوت کرے وہ حدیث صحیح ہے۔	٥٢٧
حافظ ابوزرعہ نے کہا کہ عاصم بن ابی النجود ثقہ ہے۔	٥١٤	ابواسحاق سبیعی ثقہ اور بخاری ومسلم کے راویوں سے ہے۔	٥٢٨
ہمارے نزدیک یونس راوی ساقط نہیں ہے۔	٥١٥	اصل تعدیل ہوتی ہے۔	٥٢٩
سفیان بن عیینہ زہری سے روایت کرنے میں خطا کرتا ہے۔	٥١٦	راوی کا متفرد ہونا اس وقت علامت ضعف ہے جب وہ ثقہ نہ ہو۔	٥٣١
یحییٰ بن معین نے عاصم کو ثقہ کہا ہے	٥١٧	ابوالملیح الحسن بن عمرو الرقی ثقہ ہے۔	٥٣٢
حدیث عاصم کے شواہد اور متابعات۔	٥١٨	متابع اور شواہد میں فرق۔	٥٣٣
احمد بن یونس غسانی ہے اس کی جرح غیر معتبر ہے۔	٥٢٣	ابن شاہین نے عمران قطان کو ثقہ کہا ہے	٥٣٤
حافظ ابوزرعہ اور ابوحاتم نے بخاری پر جرح کی ہے۔	٥٢٣		

عنوان	صفحہ
عمران بن حطان خارجی اور ناصبی تھا۔	۵۲۵
امام نسائی نے کہا کہ ابو الصدیق الناجی ثقہ ہے۔	۵۲۶
امام احمد بن حنبل نے کہا کہ حماد بن سلمہ ثقہ ہے۔	۵۲۷
حافظ ذہبی نے کہا کہ اسد بن موسیٰ حافظ الحدیث ہے۔	۵۲۸
خطیب بغدادی نے کہا کہ حسن بن موسیٰ ثقہ اور صدوق ہے۔	۵۲۹
امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ عبدالرزاق سے زیادہ کوئی محدث نہیں ہے۔	۵۴۱
امام عبدالرزاق اہل سنت والجماعت تھے۔	۵۴۳
عجلی نے کہا کہ ابو قلابہ ثقہ ہے اور	۵۴۳
ابو حاتم نے کہا کہ تدلیس نہیں کرتا تھا۔	۵۴۳
امام احمد بن حنبل نے فرمایا میرے دل میں سفیان ثوری سے زیادہ کوئی مقدم نہیں ہے۔	۵۴۵
سفیان ثوری ثقہ راوی سے تدلیس	

عنوان	صفحہ
کرتے تھے جو کہ محدثین کے نزدیک جائز ہے۔	۵۴۶
سعد بن عبدالحمید ثقہ ہے۔	۵۴۸
علی بن مدینی نے کہا کہ عکرمہ بن عمار ثقہ ہے۔	۵۴۹
محمد بن خالد جندی کذاب ہے۔	۵۵۲
علامہ ابن عبدالبر نے کہا کہ محمد بن خالد جندی متروک الحدیث ہے۔	۵۵۴
ابان بن صالح نے حسن بصری سے نہیں سنا۔	۵۵۵
امام مہدی علیہ السلام کو بیت المقدس میں دفن کیا جائے گا۔	۵۵۶
مہدی کا مفہوم و معنیٰ۔	۵۵۸
یاسین عجلی ثقہ ہے۔	۵۵۹
امام احمد نے فرمایا کہ ابن لہیعہ جیسا ضبط اور اتقان میں کوئی نہیں ہے۔	۵۶۲
ابو حاتم نے عمرو بن جابر الحضرمی کو صالح الحدیث کہا ہے۔	۵۶۳
امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین	

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
نے کہا کر زید عمی صالح للحدیث ہے۔	۵۶۴	کے بارے میں رائے۔	۵۷۷
ان محدثین کے اسماء گرامی جنہوں نے حدیث امام مہدی کو اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا۔	۵۶۵	غیبت صغریٰ میں چار نائب خاص۔	۵۷۸
		اہل سنت والجماعت کا امام مہدی کے بارے میں عقیدہ۔	۵۷۹
ان محدثین کے اسماء گرامی جنہوں نے احادیث امام مہدی کو متواتر بتایا ہے۔	۵۷۱	امام مہدی کے لشکر میں اصحاب کہف بھی شامل ہوں گے۔	۵۸۱
ان صحابہ کرام کے اسماء گرامی جنہوں نے حدیث امام مہدی کو روایت کیا ہے۔	۵۷۲	حضرت عمر فاروق کی بیوی ام کلثوم بنت جرول تھی۔	۵۸۴
		حضرت عمر فاروق کا بیٹا زید ام کلثوم بنت جرول کے بطن سے تھا۔	۵۸۵
ابن خلدون اخباری آدمی ہے اس کی جرح کا اعتبار نہیں ہے۔	۵۷۳	اختتامیہ	۵۸۸
امام مہدی کے بارے میں شیعہ کا عقیدہ۔	۵۷۶	امام کی نص کے مقابلہ میں جاہل ملاؤں کے قول کا اعتبار نہیں ہوگا	۵۸۹
شیعہ کی امام مہدی کے غائب ہونے			

تاثرات

از قلم

پیرِطریقت، رہبرِشریعت عالی جناب صاحبزادہ پیر سید

صابر حسین شاہ صاحب گیلانی

دامت برکاتہم العالیہ۔ ایم اے فاضل فارسی

(ایم۔او۔ایل)

....

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عالمِ نبیل فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا حافظ مفتی غلام رسول صاحب جماعتی کی ذات اور اُن کی تحریر کردہ کتاب حسب ونسب المعروف بہ بارہ امام کا تعارف کرانا میرے بس کی بات نہیں البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ مفتی صاحب قبلہ ایک عالم باعمل اور زہد وتقویٰ کے پیکر ہیں۔ آپ کی شخصیت مرنجاں مرنج، رواداری اور خلوص و محبت کا مرقع ہے۔ ادب اولیاء اور حبِ اہلِ بیت رسول آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔ چنانچہ آپ کی تحریر وتقریر میں عشق رسول اور محبتِ اہلِ بیت کے جام چھلکتے نظر آتے ہیں۔ چونکہ اغیار کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ افرادِ ملت کے دلوں سے محبتِ اہل بیت کو نکال کر ویران کرتے ہوئے دشمنوں کو زیادہ سے زیادہ طاقتور اور دلیر بنا دیں۔ حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کی آلِ پاک کے ساتھ والہانہ وابستگی اور محبت وارفتگی کی حد تک ملت کی

روح سمجھی جاتی رہی اسی لیے دشمنانِ دین وملت کا ہدف بھی یہی ذواتِ عالیہ ہی رہی ہیں۔ باطل قوتیں کبھی نجدیت اور خارجیت کے روپ میں شانِ رسالت مآب ﷺ اور ناموسِ اہلِ بیت پر حملے کرتے ہیں اور کبھی سُنیت کے لبادے میں خارجیت اور ناصبیت کا کردار ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان خارجیوں اور ناصبیوں نے یزیدیوں کو بھی شرما دیا ہے۔ کیونکہ ظلم واستبداد کے پہاڑ توڑنے کے باوجود بھی یزید پلید کو بھی یہ جرأت نہ ہوسکی جس طرح کی جسارت آج کل کے ناصبی کررہے ہیں۔ واقعہ کربلا کے بعد جب اسیرانِ کربلا کا قافلہ دربارِ یزید میں پہنچا تھا تو اس وقت بھی ایک شامی مردود نے حضرت فاطمہ بنت علی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ امیر یہ لڑکی مجھے دے دو۔ جس پر فاطمہ بنت علی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے چمٹ گئیں تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پکار کر کہا: کمینے، ذلیل تیری یہ جرأت کہ ناموس رسول ﷺ پر آنکھ اُٹھاتا ہے۔ بے شرم اس کا حق نہ تجھے ہے نہ تیرے امیر کو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ ہرگز حق نہیں دیا کہ بناتِ رسول ﷺ کو مالِ غنیمت جان کر آپس میں تقسیم کرو۔ مگر موجودہ ناصبی تو مالِ غنیمت کے بغیر بھی اپنے ساتھ بناتِ رسول کو منسوب کرنے کے لیے بے تاب نظر آتے ہیں۔ ایسے پرفتن اور بھیانک دور میں حضرت مفتی غلام رسول صاحب قبلہ سینہ تان کران باطل قوتوں کے سامنے سینہ سپر ہوجاتے ہیں۔

بعض غیر ذمہ دار سادات نے جان بوجھ کر یا اپنی غلط فہمی سے صرف اپنا اور اپنے مقدس اور پاکیزہ خاندان کا ہی گریبان چاک نہیں کیا بلکہ ناموسِ اہلِ بیت رسول کے حسین وجمیل اور سدا بہار گلستان کو بھی خزاں آشنا کرنے کی ناکام کوشش کی پھر کیا تھا کہ ''گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے'' کے مصداق بغضِ اہلِ بیت کی آگ میں جلنے والوں کو اپنی راحت کا سامان مل گیا۔ پھر اپنے بغض وعناد کی بھڑاس نکالنے کے لیے ناموسِ اہلِ بیت پر ہر طرف سے سیف ہائے ناصبیت نیام سے نکل آئیں اور

تحقیقات کے وار پہ وار ہونے لگے اور ناموسِ اہلِ بیت رسول کے جسدِ پاک کو گھائل کرنے کی لاحاصل کوشش کی گئیں بعض نام نہاد محققین اپنی بے جا تحقیق کے پردے میں اغیار کے ہاتھوں کو مضبوط کر رہے ہیں اور وہ اس امر سے بالکل بے خبر ہیں کہ ان کی غیر دیانتدارانہ تحقیقات ملتِ اسلامیہ پر کیا قیامت ڈھا رہی ہیں۔ اس قسم کی تحقیقات محمود عباسی، خارجی نے پیش کیں۔ پھر ناصبی اُس کے خوشہ چین بنے۔ ان دونوں کا فضلہ اکٹھا کرنے کے لیے فضلاء، ساون کے مینڈکوں کی طرح ٹراں ٹراں کرتے ہوئے پاکستان کے کونے کھدروں سے بغلیں بجاتے ہوئے نکل آئے اور تحقیقات کے انبار لگا دیے ان تحقیقات میں اہانت اہل بیت کی سر توڑ کوششیں کی گئیں۔ اہلبیت پاک پر رکیک حملے کیے گئے۔ ان تحقیقات کا لب لباب حضرت خاتونِ جنت کی بیٹیوں کو موچیوں اور جولاہوں سے منسوب کرنا تھا۔ جس کا ان نام نہاد سنیوں نے حق ادا کر دیا۔ ان تمام دشمنانِ اہلِ بیت کا منہ توڑ جواب دینے کے لیے مفتی اعظم برطانیہ حضرت مفتی غلام رسول صاحب قبلہ نے پانچ جلدوں میں کئی ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی حسب ونسب کتاب لکھی۔ اس تحقیق انیق میں علم وآگہی کے وہ درخشندہ باب ہیں جن میں لفظ لفظ ناگزیر اور ازلی صداقتیں فروزاں ہیں۔ مسائل آئینہ کی طرح قاری کے ذہن میں نقش ہو رہے ہیں۔ موضوع اپنی وسعت میں کئی نئی تحقیق اور تدقیق کے نئے دائرے کھول رہا ہے۔ مفتی صاحب قبلہ صدیوں پر محیط ظلم و استبداد میں جکڑی ہوئی تاریخ کی دبیز تہوں سے حقائق کو پوری تابانی سے منصۂ شہود پر لائے ہیں آپ کے ذوق تحقیق نے قرآن واحادیث اور روایات و واقعات کا ایسا کھوج لگایا ہے کہ حقیقتوں کو اتنا اجاگر فرما دیا جن کی تردید مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ متنازعہ عبارات کے وہ روشن حل پیش کیے جو براہین قاطعہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ متصادم اور پراگندہ تخیلات کے لیے ایسے ایسے نکتے پیش کیے جن سے ذہنوں کو

اطمینان اور تازگی ملتی ہے۔

میں مفتی صاحب قبلہ کے قلم کو سلام کرتا ہوں جو ناموسِ اہلِ بیت کے لہلہاتے ہوئے گلشن کی طرف ہر اٹھنے والی بادسموم کے سامنے ایک نہ شکستہ ہونے والا حصار بن جاتا ہے۔ میں مفتی صاحب قبلہ کے قلم کو سلام کرتا ہوں جو عشق مصطفیٰ اور حبِ اہلِ بیت میں ہمہ وقت رواں دواں رہتا ہے۔ میں مفتی صاحب قبلہ کے فکر و خیال کو سلام کرتا ہوں جو ذہن سے ابھرتے ہیں تو عشقِ مصطفیٰ اور حبِ اہلِ بیت میں ڈوب کر اُبھرتے ہیں۔ میں مفتی صاحب قبلہ کے جسم و جاں کو سلام کرتا ہوں جو حضرت سیدۃ النساء خاتونِ جنت کی عزت و ناموس کے گلستان کی باغبانی کرتے ہیں۔ میں مفتی صاحب قبلہ کے جسم و جان کو سلام کرتا ہوں جو ہمہ وقت ذکرِ مصطفیٰ اور ذکرِ مرتضیٰ میں محو رہتے ہیں۔

یہ کتاب عشق و محبت، تحقیق و تدقیق اور روحانیت کی فردوس جمیل ہے جو دل کی دھڑکنوں اور دل کی بے قراری کا قرار بن رہی ہے۔ تحقیق و تدقیق کا ایک بحر بیکراں ہے کہ ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ گوناگوں اور لاتعداد بحثوں اور دلائل کا ایک صحیفہ فیصل ہے جس کی ان شاء اللہ کوئی تردید نہیں لاسکے گا۔ اس کتاب کو اپنے موضوع کے لحاظ سے حرفِ آخر کہنا بے جا نہ ہوگا۔ اس نہ ختم ہونے والے کارنامے کے سبب قبلہ مفتی صاحب کے نام اور کام دونوں رہتی دنیا تک زندہ و تابندہ رہیں گے۔ یہ کتاب اپنے موضوع اور تحقیق کے اعتبار سے عالمِ اسلام کی اہم ترین کتب میں سے ایک ہوسکتی ہے جنہیں ہر دور میں عوام و خواص نے پذیرائی بخشی ہے۔ تحریر میں قوت ہے۔ اظہار میں صداقت ہے اور دلائل میں ندرت اور اچھوتا پن ہے۔ اس لیے میرے محترم و مکرم اور میرے برادر مکرم و معظم مفکرِ اسلام سید عبدالقادر جیلانی شاہ صاحب جیلانی کے محبوب ساتھی جناب قبلہ حافظ مفتی غلام رسول صاحب مدظلہ العالی قلب و روح کی اتھاہ

گہرائیوں سے نکلنے والی تہنیت اور مبارک باد کے مستحق ہیں جنہوں نے گلشن خاتونِ جنت کی اپنے خون جگر سے آبیاری کر کے سدا بہار بنا دیا۔ میرا خیال ہے اس موضوع پر اس قدر تحقیق سے مزین برمحل اور منضبط مواد کے ساتھ اتنی بڑی کتاب اور ایسا عظیم مرقع آج تک نہیں لکھا گیا ہوگا۔

دعا ہے کہ خدائے ذوالمنن بحق پنجتن، مفتی صاحب قبلہ کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ مفتی صاحب قبلہ دونوں جہانوں میں پنجتن پاک کے سایۂ عاطفت میں رہیں۔

صاحبزادہ سید صابر حسین شاہ گیلانی
ایم اے فاضل فارسی (ایم۔او۔ایل)
(لندن)

تعارف

اس کتاب "حسب و نسب" کا بنیادی موضوع بحث یہ ہے کہ سید زادی کا نکاح غیر سید کے ساتھ منعقد نہیں ہوتا خواہ اس کا ولی وارث راضی ہو یا نہ ہو کیونکہ جس روایت پر فتویٰ ہے وہ حسن بن زیاد کی روایت ہے جس کا منطوق اور مفہوم یہ ہے کہ نکاح غیر کفوء میں بالکلیہ منعقد نہیں ہوتا خواہ ولی راضی ہو یا نہ ہو یہ روایت مطلق ہے۔ صاحب تنویر الابصار اور قاضی خان اور دیگر فقہاء نے اس کو بحوالہ حسن بن زیاد عن ابی حنیفہ روایت کیا ہے اس میں ولی وارث کی رضا یا عدم رضا کا ذکر تک نہیں ہے اور صاحب ہدایہ نے اسے مفتیٰ بہا، مختار اور معتمد علیہ روایت کو بایں الفاظ ذکر کیا ہے

"عن ابی حنیفة وابی یوسف انه لایجوز فی غیر الکفوء لانه کم من واقع لا یرفع ویروی رجوع محمد الی قولهما یعنی امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ نکاح غیر کفوء میں جائز نہیں ہے کیونکہ نکاح جب غیر کفوء میں ہو جاتا ہے تو عدالت سے اس نکاح کے فسخ ہونے میں مشکلات پیدا ہوتے ہیں۔ نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ ولی ذلیل ہوتا ہے لہٰذا یہ نکاح بنیادی

طور پر منعقد نہیں ہوگا۔ اسی قول کی طرف آخر میں امام محمد نے بھی رجوع کر لیا ہے کہ نکاح غیر کفو میں بنیادی طور پر منعقد نہیں ہوگا اور اسی قول کو قاضی خان نے صحیح کہا ہے اور اسی کو قابل فتویٰ قرار دیا ہے اور صاحب مبسوط نے بھی کہا کہ نکاح غیر کفو میں منعقد نہ ہونے پر مکمل پابندی ہے اور یہی متون کی روایت ہے اس کے مقابلے میں نہ ظاہر روایت کا اعتبار ہے اور نہ ہی حواشی اور شروح کا اعتبار ہے، ہمارے قارئین حضرات اس کے تفصیلی مباحث حسب ونسب کی پہلی چار جلدوں میں پڑھ چکے ہیں اور جب حسب ونسب کی چار جلدیں منظر عام پر آگئیں تو عوام و خواص نے حسب ونسب کو بے حد پسند کیا کیونکہ لوگ سمجھتے تھے کہ اس کتاب میں اہل بیت اطہار کی عزت وعظمت کے تذکرے ہیں جو کہ اسلام اور ایمان کی دولت ہے۔ اگر کسی کے دل میں حضور پاک اور حضور پاک کی اولاد کے حسب ونسب کا احترام اور ادب نہیں ہے تو اس کا دل ودماغ ایمان کی چاشنی سے خالی ہے نیز منکرین کفو ونسب نے اپنے رسالہ جات میں بار بار اس کی رٹ لگائی ہے کہ اسلام میں نہ کفو کا اعتبار ہے اور نہ نسب کا اعتبار ہے بلکہ ان میں سے حافظ محمد یونس چکوالوی اور اس کے حواریوں نے بار بار بکواس کیا کہ سید زادی کے ساتھ تو موچی اور جولاہ بھی نکاح کر سکتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب دوسرے تمام قریش اور عربوں کے نسب کے برابر ہے۔ حضور کے نسب کو دوسرے قریش کے نسب پر کوئی فوقیت اور فضیلت نہیں ہے۔ بایں وجہ ہم نے حسب ونسب پانچویں جلد لکھی جس میں ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب آپ کے والد ماجد سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک اس میں جتنے آپ کے آباؤ اجداد آئے ہیں وہ تمام مومن موحد تھے اس طرح کا نسب کسی دوسرے کا نہیں ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اولاد کا نسب جو حضرت امام مہدی علیہ السلام تک ہے

وہ بھی دوسرے لوگوں کے نسب سے جدا اور ممتاز ہے کہ یہ نسب حضرت خاتون۔ کی طرف منسوب ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب اپنی بیٹی خاتون جنت سے چلا ہے اور دوسرے لوگوں کے نسب اپنے بیٹوں سے چلتے ہیں۔ غرضیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک دوسرے لوگوں کے نسب سے جدا اور ممتاز ہے۔ آپ کے برابر کسی کا نسب نہیں ہے اور نہ ہی آپ کے نسب کا کوئی دوسرا نسب والا ہم کفو ہے جب کوئی نسب بھی حضور کے نسب کا ہم کفو نہیں ہے تو اگر کسی غیر سید نے سیدزادی کے ساتھ نکاح کیا تو یہ نکاح غیر کفو میں ہونے کی بنا پر منعقد نہیں ہوگا۔

مفتی غلام رسول

(لندن)

نذرانۂ عقیدت

بحضور

اہلِ بیت اطہار

جن کے نسب کی عظمت و طہارت پر قرآن شاھد
ہے

مفتی غلام رسول
(لندن)

نص صریح

امام عیسٰی بن امام زید شہید بن امام زین العابدین علیہم السلام

نے ارشاد فرمایا

"کہ غیر سیّد مرد، سیّد زادی کا کفو نہیں ہے اور غیر سیّد کا نکاح سیّدہ سے جائز نہیں ہے"!

(ابوالفرج الاصفہانی المتوفی ۳۵۶ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ

الحمد للہ الذی خلق الخلق فاختار منھم العرب، واختصھم بان جعلھم قبائل وشعب، ومیزھم بان رفع بھم منار الادب فحازوا قصبات السبق فی مضمار الفخار المحبوک با علیٰ الحسب لاسیّما وقد اصطفیٰ نبیّہ من خیر قبائلھم وانتخبہ من اشرف عشائرھم فھو اطھرا ارومة ، وازکاھم فرعا وجرثومة ، واسماھم عشیرة و قبیلة ، وادفاھم بطنا وفصیلة اللّٰھم فصل وسلم علیہ صلواة وصومًا یلیقان بجنابہ الاعلیٰ ، و یحیطان بکمال ذاتہ الاجلیٰ وعلیٰ آلہ اولی الشرف والبراعة واصحابہ ذوی الصولة والشجاعة۔

(سبائک الذھب فی معرفة قبائل العرب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

اس کتاب "حسب ونسب" کا موضوع بحث یہ ہے کہ سید زادی کا نکاح غیر سید کے ساتھ منعقد نہیں ہوتا خواہ اس کا ولی وارث راضی ہو یا نہ ہو کیونکہ سید زادی اولادِ رسول سے ہے اور اولادِ رسول اپنے نسب کے لحاظ سے تمام سے افضل و برتر ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا سے چلا ہے کسی اور کا نسب اس طرح نہیں ہے لہٰذا اولادِ رسول کا ہم کفو سوائے اولادِ رسول کے کوئی نہیں ہے۔ اگر سید زادی نے کسی غیر سید کے ساتھ نکاح کیا تو یہ ہرگز منعقد نہیں ہوگا ہمارے بعض معاصرین اور منکرین کفو یعنی حافظ عطا محمد بندیالوی، حافظ محمد یونس چکوالوی اور مولوی سعیدی نے لکھا کہ اسلام میں نسب اور کفوء کا اعتبار نہیں ہے تمام لوگ برابر ہیں۔ اگر اعتبار ہے تو تقویٰ کا ہے ان کا یہ قول جہالت محضہ پر مبنی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حزم اندلسی المتوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں فهو علم فاضل لا ينكر حقه الا جاهل او معاند (جمهرة انساب العرب ص۲) کہ علم نسب ایک بہترین علم ہے اس کی حقانیت کا انکار یا تو جاہل کرتا ہے یا معاند کرتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ نسب

اور علم نسب کا انکار کرنا اور یہ کہنا کہ اسلام میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ یہ قول یا تو جاہلوں کا ہے یا پھر متعصب اور معاندین کا ہے۔

اسلام میں نسب کی اہمیت :

اسلام میں نسب کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے۔ یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وجعلناکم شعوبًا وقبائل لتعارفوا اِنَّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (پ ۲۶ سورۃ ۴۹۔) اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو! بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے، یہ بات درست ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے لیکن جہاں تک لوگوں کی آپس میں پہچان کا تعلق ہے وہ نسب سے ہے اس کا تعلق تقویٰ اور پرہیزگاری سے نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ کا یہ فرمان کہ تمہارے شعوب اور قبائل بنائے یہ صراحتہً دلالت کر رہا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں نسب کی کوئی حیثیت اور حقیقت ہے غرضیکہ اقوام کی پہچان نہ تو تقویٰ اور پرہیزگاری سے ہے اور نہ ہی کفر و عصیان سے ہے بلکہ ان کی پہچان صرف شعوب و قبائل سے ہے۔ بایں وجہ علامہ ابن حزم اندلسی لکھتے ہیں کہ علم نسب ایک عظیم علم ہے اس کی عظمت کا انکار تو کوئی جاہل اور معاند ہی کرتا ہے۔ نیز لکھتے ہیں کہ کئی چیزیں ایسی ہیں جن کا مسلمان کے لیے جاننا فرض ہے اور ان کا تعلق علم نسب سے ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے جن و انسان کی طرف مبعوث فرمایا ہے اور آپ محمد بن عبد اللہ قرشی، ہاشمی ہیں آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور

جو انسان یہ کہے کہ مجھے اس بات میں شک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قریشی ہیں یا یمنی ہیں یا تیمی ہیں یا عجمی ہیں وہ کافر ہے اس کو چاہیے کہ وہ بالیقین جانے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم محمد بن عبداللہ ہیں اور آپ قریشی ہاشمی ہیں اور علم نسب سے یہ بھی فرض ہے کہ انسان کو علم ہو کہ خلافت صرف فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کی اولاد کا حق ہے یعنی قریش کا اگر انسان کو علم نہ ہو کہ خلافت قریش کا حق ہے تو ممکن ہے کہ خلافت کا دعویٰ وہ شخص کر دے جس کا حق نہیں ہے اور قریشی اور غیر قریشی کے درمیان فرق علم نسب سے معلوم ہو سکتا ہے نیز انسان کو اپنے ماں باپ اور اپنے رشتہ داروں کا پہچاننا بھی لازم ہے تاکہ پتہ لگ سکے کہ کس رشتہ دار عورت کے ساتھ نکاح حلال ہے اور کس کے ساتھ حرام ہے اور کس کو وراثت ملتی ہے اور کس کو نہیں اور کس کے ساتھ صلہ رحمی کرنا ہے اور کس کو نفقہ دینا ہے۔ ان تمام کا علم نسب سے ہی ہوگا اگر ان کا اس کو علم نہیں ہوگا تو متعدد فرائض اور واجبات ضائع ہو جائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تعلموا من انسابکم ما تصلون بہ ارحامکم کہ اپنے نسبوں کو سیکھو جس کے ساتھ تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کر سکو نیز ابن حزم اندلسی لکھتے ہیں کہ امہات المومنین ازواج کے اسم گرامی کا جاننا بھی ضروری ہے کیونکہ مسلمانوں پر ان کے حقوق کی ادائیگی فرض ہے اور تمام مومنوں کے لیے ان سے نکاح کرنا حرام ہے اور اکابر صحابہ مہاجرین و انصار کے اسماء کا جاننا بھی ضروری ہے کیونکہ ان کی محبت ضروری ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آیۃ الایمان حب الانصار و آیۃ النفاق بغض الانصار کہ انصار کی محبت ایمان کی نشانی ہے اور انصار کے ساتھ بغض و عداوت رکھنا نفاق کی نشانی ہے یہ تمام علم نسب سے پتہ لگے گا اسی طرح یہ جاننا بھی

ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذوی القربیٰ سے کس کے لیے خمس کا حق ہے
اور کس کے لیے نہیں اور کس پر صدقہ حرام ہے اور کس پر نہیں۔ ان تمام کی معرفت
علم نسب سے ہی ہو گی۔ علامہ ابن ابی عتبہ المتوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ
قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربیٰ بھی صراحتہً نسب کے
ثبوت پر دلالت کرتی ہے کہ وہ کونسے ذوی القربیٰ ہیں جن کی مودت اور محبت لازم
اور ضروری ہے (عمدۃ الطالب ص۱۲) ابن حزم لکھتے ہیں کہ قرآن پاک نے انبیاء
کرام اور ان کی اولادوں کا ذکر کیا ہے یہ بھی علم نسب سے ہے۔ خود نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے اپنا نسب ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا نحن بنو النضر بن کنانہ
کہ ہم بنو نضر بن کنانہ ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے قبائل کا تفاضل
کے طور پر ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ پہلے بنو نجار پھر بنو عبدالاشہل پھر بنو حارث
بن خزرج پھر بنو ساعدہ نیز بنو تمیم اور بنو عامر بن صعصہ اور بنو غطفان کا ذکر کیا
اور فرمایا انصار اچھے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ بنو عنبر بن عمرو بن تمیم حضرت اسماعیل کی
اولاد سے ہیں اور جب آیت وانذر عشیرتک الاقربین کا نزول ہوا تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے ہر قبیلے کو ان کے نام لے کر انذار فرمایا اور یہ
کل ہی علم نسب ہے رنبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین کے موقع پر ارشاد
فرمایا۔ انا النبی لا کذب، انا ابن عبد المطلب، یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے دادا پاک کا نام لے کر اپنا نسب ذکر فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی
اللہ عنہ علم نسب کے بہت بڑے عالم اور ماہر تھے وکان اعلم العرب
با نساب قریش وما کان فیھا من خیر او شر (ابو بکر صدیق ص۱۱ مؤلفہ
محمد رضا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت المتوفی ۵۴ھ
سے فرمایا کہ قریش کے نسب کے علم کو ابو بکر صدیق المتوفی ۱۳ھ سے حاصل کرو

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ المتوفی ۲۳ھ بھی علم نسب کے عالم تھے چنانچہ علامہ ابن خلدون المتوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعلموا النسب ولا تکونوا کنبط السواد اذا سئل احدھم عن اصلہ قال من قریۃ کذا (مقدمہ ابن خلدون ص ۱۰۹) کہ علم نسب سیکھو اور دیہاتی لوگوں کی طرح نہ ہو کہ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تم کس قبیلہ سے ہو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم فلاں گاؤں کے رہنے والے ہیں اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا اور حضرت عثمان غنی اور ابوالجہم بن حذیفہ عدوی، اور جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف یہ تمام علم نسب میں مہارت تامہ رکھتے تھے چنانچہ حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی المتوفی ۳۵ھ، اور حضرت علی المرتضیٰ المتوفی ۴۰ھ، نے تمام قبائل کے دیوان اور رجسٹر تیار کیے جن میں ان کے نام اور ان کے قبائل کے نام لکھے گئے یہ تمام علم نسب ہی ہے اگر ان کے نسبوں کا علم نہ ہوتا تو پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا، سعید بن المسیب المتوفی ۹۴ھ، اور ان کا بیٹا محمد بن سعید المتوفی سنہ ھ، اور ابن شہاب زہری المتوفی ۱۲۵ھ، علم نسب کے عالم تھے نیز امام شافعی رضی اللہ عنہ المتوفی ۲۰۴ھ، بھی علم نسب کے زبردست عالم تھے اور ابی عبید القاسم بن سلام المتوفی ۲۲۴ھ، بھی علم نسب میں مہارت رکھتے تھے۔

علم نسب اسلامی تاریخ کا ایک حصہ ہے؟ :

علم نسب کا اگرچہ موضوع قبائل، افخاذ اور فصائل وغیرہ کی معرفت ہے لیکن درحقیقت علم نسب اسلامی تاریخ کا ایک جز اور حصہ ہے کیونکہ کسی کے نسب کا علم بھی تاریخ سے ہوتا ہے، علامہ سخاوی المتوفی ۹۰۲ھ، نے

تاریخ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اصل اور لغت کے اعتبار سے تاریخ کے معنے ہیں وقت کے متعلق اطلاع اور علامہ جوہری المتوفی ۳۹۸ھ، نے بھی تاریخ کا معنے اسی معنے کے قریب ہی بیان کیا ہے کہ تاریخ وقت کے تعین کا نام ہے، اور علامہ ابن خلدون المتوفی ۸۰۸ھ، نے تاریخ کا اصطلاحی معنے یہ ذکر کیا ہے کہ تاریخ گذشتہ اقوام کے حالات اور ان کے اخلاق و رسوم اور انداز سیاست کے بیان کا نام ہے کہ دنیا میں قوموں نے کن کن حالات میں اپنی زندگی بسر کی ہے۔ انبیاء کرام اور اللہ کے برگزیدہ بندوں نے لوگوں کو کیا کیا ہدایات دیں اور بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے کیا طرزِ عمل اور نمونہ چھوڑا ہے نیز ابن خلدون نے لکھا ہے کہ تاریخ کے عالم اور فاضل کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ تاریخ کے متعلقہ علوم سے واقف ہو اور اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ حکومت کرنے اور سیاست کے کیا اصول ہیں کہ مختلف اقوام کی مزاجی کیفیت کس نوعیت کی ہے، مکان اور زمان کے اختلاف سے لوگوں کے حالات اور رسم و رواج پر کیا اثرات پڑتے ہیں۔ مختلف فرقوں اور مذہبوں میں کس حد تک اختلاف ہے اور کس حد تک اتحاد ہے نیز ابن خلدون نے لکھا ہے کہ تاریخ کے عالم فاضل کو اس کا بھی علم ہونا چاہیے کہ حال کیا ہے اور حال اور ماضی میں کون سی چیز قدر مشترک ہے اور کس امور میں وہ باہم دگر مختلف ہیں تاکہ موجود سے معدوم اور حال سے ماضی کی تشریح و توضیح ہو سکے (مقدمہ ابن خلدون صٓا) علامہ مسعودی المتوفی ۳۴۶ھ، لکھتے ہیں کہ تاریخ کوئی جامد چیز نہیں ہے بلکہ قومیں سیاسی تبدیلیوں سے بدلتی رہتی ہیں اس لیے تاریخ کے عالم کا یہ منصب ہے کہ وہ اس بات کا بھی خیال رکھے کہ کس حکومت کی تبدیلی سے قوم میں کیا تغیر و تبدل رونما ہوا ہے (مروج الذھب صٓ۳ ج ۱) وہ علوم اور فنون جن کو مسلمانوں

نے خود مدون و مرتب کیا ہے ان میں سے علم تاریخ بھی ہے۔ چنانچہ اسلامی تاریخ لکھنے کا آغاز پہلی صدی ہجری سے ہی ہو گیا تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت رسالت کے بعد عرب میں معاشرتی، مذہبی، اخلاقی اور سیاسی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے حالات، ہجرت، حکومت الہیہ کی بنیاد غزوات، سرایا، عرب کے قبائل کی وفود کی آمد، فتح مکہ اور اس قسم کے دوسرے تاریخ ساز واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت راشدہ کا جب دور آیا تو عہد صدیقی میں عرب میں فتنہ ارتداد پھیلا، مانعین زکوٰۃ اور مدعیان نبوت نے پورے ملک میں فساد اور انتشار پھیلایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ پر قابو پایا اس کے بعد اسلامی افواج کا عرب سے نکل کر عراق اور شام کی طرف پیش قدمی کرنا اور عہد فاروقی میں اسلامی سلطنت کی حدود، عرب کے سرحدوں سے پھیل کر مغرب میں طرابلس، افریقہ وغیرہ اور مشرق میں مکران وخراسان تک وسیع ہو گئیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شام و جزیرہ کی ایرانی قلمرو کو مطلقاً اسلام کے زیر نگیں کر دیا عراق و ایران کے علاقے اسلامی مملکت میں شامل کر لیے چنانچہ قادسیہ، مدائن، جلولہ، اور نہاوند وغیرہ میں بھی اسلامی پرچم لہرانے لگا اسی طرح شام کے علاقے بھی اسلامی سلطنت میں شامل کر لیے گئے اگرچہ شام کی طرف جنگ کا آغاز خلیفہ اول کے زمانہ میں ہو چکا تھا لیکن اسلامی فوجوں نے جب دمشق پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا تو ابوبکر صدیق فوت ہو گئے پھر عہد فاروقی میں دمشق کے علاوہ بعلبک، حمص، یرموک، انطاکیہ، اور بیت المقدس وغیرہ بھی اسلامی سلطنت میں شامل کیے گئے، اور عہد عثمانی میں بحریہ کا قیام اور مملکت اسلامیہ کی مزید توسیع کی گئی اور عہد مولا علی المرتضیٰ میں داخلی شورشوں کا آغاز طرح طرح کی گروہ بندیاں

جنگ جمل جس میں حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر کا حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کے مقابلہ میں آنا طلحہ اور زبیر کا شہید ہونا، اور جنگ صفین میں حضرت معاویہ کا حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کے مقابلہ میں آنا اور واقعہ تحکیم اور خوارج کی بغاوتوں کے سلسلے پیش آئے۔ اس کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام کا خلیفہ منتخب ہونا اور ان کے مقابلہ میں حضرت معاویہ کا آنا پھر حضرت معاویہ کا چند شرائط پر امام حسن علیہ السلام سے صلح کرنا اور امام حسن کا خلافت سے علیحدہ ہونا اور حضرت معاویہ کا حکومت کی باگ ڈور سنبھالنا اور حکومت اموی کی بنیادیں مضبوط کرنا اور حکومت بنو امیہ کا نئے نئے تغیرات پیدا کرنا اور دنیائے اسلام میں گروہ بندی کا دور شروع ہونا اور حضرت معاویہ کا اپنی وفات سے قبل اپنے نالائق لڑکے کو ولی عہد مقرر کرنا اور اس کے لیے بیعت لینا اور حضرت معاویہ کے بعد یزید خبیث کا بادشاہ بننا اس کے کہنے پر امام حسین علیہ السلام کی کربلا میں شہادت ہونا نیز خلافت و حکومت عبداللہ بن زبیر اور خروج مختار ثقفی اور بغاوتوں کے سلسلے رونما ہوئے۔ ان تمام واقعات و حوادث نے تاریخ نویسی کے لیے بیشمار مواد مہیا کیا۔ چنانچہ اسی صدی کے اختتام اور دوسری صدی کے آغاز پر ہی علم تاریخ کو مدون و مرتب کرنے کا کام شروع ہو گیا اور بعض نے لکھا ہے کہ تقریباً ۳۵ افراد پہلی صدی ہجری میں موجود تھے جنہوں نے اسلامی تاریخ و علم نسب کو اپنا موضوع بحث بنایا ہے۔ ان حضرات میں عقیل بن ابی طالب المتوفی ۵۰ھ بھی تھے یہ انساب عرب کے بہت ماہر تھے اور باقاعدہ مسجد نبوی میں نسب کے موضوع پر لیکچر (LECTURE) دیا کرتے تھے اور دوسری صدی میں محمد بن سائب کلبی المتوفی ۱۴۶ھ نے کتاب الانساب میں عربوں کے نسبی حالات جمع کیے یہ کلبی امام باقر علیہ السلام المتوفی ۱۱۴ھ کے شاگرد تھے انہوں نے نسب قریش

ابوصالح سے اور انہوں نے عقیل بن ابی طالب سے حاصل کیا تھا اور ابوالمنذر ہشام بن محمد بن سائب کلبی المتوفی ۲۰۶ھ نے اس فن میں متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ نیز انہوں نے ملوک حمیر کے تذکرے میں ایک الگ کتاب لکھی انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام المتوفی ۱۴۸ھ اور اپنے باپ ابونصر محمد بن سائب کلبی سے علم نسب حاصل کیا، دوسری صدی ہجری میں محمد بن عمر واقدی المتوفی ۲۰۷ھ نے تصانیف کیں یہ مغازی اور سیرت کے مشہور عالم تھے اور ابن مقفع المتوفی ۱۳۹ھ نے سیر ملوک العجم کو مرتب کیا، اور تیسری صدی ہجری میں علم انساب پر وسیع پیمانے پر کتابیں مرتب کی گئیں۔ چنانچہ مصعب الزبیری المتوفی ۲۳۵ھ نے کتاب نسب قریش لکھی اور احمد بن یحییٰ بلاذری المتوفی ۲۷۹ھ نے انساب الاشراف لکھی۔ اس نے مختلف قبائل عرب کے نسبی تعلقات کے بیان کا ہی ذکر نہیں کیا بلکہ خلفاء حکام اور سیاسی قائدین کے حالات زندگی بھی بیان کیے۔ بلاذری نے کتاب الانساب میں تاریخ ادب اور انساب کو ملا دیا ہے۔ علامہ بلاذری نے ایک اور مشہور تصنیف فتوح البلدان لکھ کر لوگوں کو فتوحات اور مغازی و سیرت کی کتابوں کی تحقیق سے روشناس کرایا اگرچہ پہلی صدی ہجری میں عروہ بن زبیر المتوفی ۹۳ھ۔ وہب بن منبہ المتوفی ۱۱۰ھ اور عامر بن شراحیل شعبی المتوفی ۱۱۰ھ، اور دوسری صدی ہجری میں موسیٰ بن عقبہ المتوفی ۱۴۱ھ، اور محمد بن اسحاق المتوفی ۱۵۱ھ، عبدالملک بن ہشام المتوفی ۲۱۳ھ، محمد بن عمر واقدی المتوفی ۲۰۷ھ اور تیسری صدی ہجری میں عبدالرحمان بن عبداللہ بن عبدالحکم المتوفی ۲۵۷ھ وغیرہم نے سیرت اور مغازی اور فتوحات پر کتابیں لکھیں لیکن بلاذری نے فتوح البلدان لکھ کر پہلے لوگوں کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا۔ بلاذری کی جیسے کہ فتوح البلدان ایک جامع کتاب ہے۔ اسی طرح اس کی انساب الاشراف بھی ایک جامع کتاب ہے۔ اس کے بعد ہر صدی میں علماء نے تاریخ

اور نسب پر کتابیں تصنیف کیں ہیں۔

علم نسب کا موضوع :

علم نسب کا موضوع قبائل، افخاذ، اور فصائل وغیرہ کی معرفت ہے۔

نسب کے طبقات :

عربوں کی تقسیم قبائل کے لحاظ سے چھ طبقات پر ہے طبقہ اولیٰ شعب، طبقہ ثانیہ قبیلہ، طبقہ ثالثہ عمارہ، طبقہ رابعہ بطن، طبقہ خامسہ فخذ، طبقہ سادسہ فصیلہ، پس شعب جمع کرتا ہے قبائل کو قبیلہ جمع کرتا ہے عمائر کو، عمارہ جمع کرتا ہے بطون کو اور بطن جمع کرتا ہے۔ افخاذ کو فخذ جمع کرتا ہے فصائل کو پس خذیمہ شعب ہے کنانہ قبیلہ ہے، قریش عمارہ ہے، قصی بطن ہے۔ ہاشم فخذ ہے۔ اور عباس فصیلہ ہے یعنی تمام سے بڑا شعب ہے اور تمام سے چھوٹا فصیلہ ہے اور بعض علماء نے ساتواں طبقہ بھی ذکر کیا ہے جو کہ عشیرہ ہے پس عشیرہ سے مراد نسب مذکور میں عبد مناف ہوں گے یعنی عشیرہ بطن اور فخذ کے درمیان آئے گا بطن سے چھوٹا اور فخذ سے بڑا ہوگا یہ تحقیق المعلم بطرس البستانی نے محیط المحیط میں ذکر کی ہے اور علامہ ابو الفوز محمد امین بغدادی لکھتے ہیں کہ نسب کے چھ طبقات ہیں

(۱) طبقہ شعب ہے۔ یہ عربوں کا بعیدی نسب ہے جیسے کہ عدنان یہ عرب اور قریش کے بعیدی جد امجد ہیں۔

(۲) قبیلہ ہے یہ وہ ہے جس میں شعب منقسم ہوں جیسے کہ ربیعہ اور مضر اس میں انساب کا تقابل ہے اور قبیلہ قبائل پر جمع ہوتا ہے۔

(۳) عمارہ ہے یہ وہ ہے جس میں قبیلہ کے انساب منقسم ہوں جیسے قریش اور کنانہ ہیں یہ عمائر پر جمع ہوتے ہیں۔

(۴) بطن ہے جس میں عمارہ کے انساب منقسم ہوں جیسے کہ بنو عبد مناف اور بنو مخزوم یہ بطون اور بطن پر جمع ہوتے ہیں۔

(۵) فخذ ہے جس میں انساب، البطن پر منقسم ہوں جیسے کہ بنو ہاشم اور بنو امیہ یہ جمع افخاذ پر ہوتے ہیں۔

(۶) فصیلہ ہے یہ وہ ہے جس میں انساب فخذ منقسم ہوں جیسے کہ بنو عباس اور بنو عبد المطلب۔

خلاصہ یہ ہے کہ فخذ جمع کرتا ہے فضائل کو اور بطن جمع کرتا ہے۔ افخاذ کو اور عمارہ جمع کرتا ہے بطون کو اور قبیلہ جمع کرتا ہے۔ عمائر کو اور شعب جمع کرتا ہے قبائل کو۔ (سبائک الذہب فی معرفۃ قبائل العرب ص۱۳)

نسب کی تقسیم:

نسب کی چند قسمیں ہیں۔

(۱) صحیح النسب۔ جو نسب تمام علماء نسابہ کے نزدیک صحیح ثابت ہو جائے اس کو صحیح نسب کہا جاتا ہے۔

(۲) مقبول النسب جو علماء نسابین کے نزدیک ثابت ہو اور کچھ لوگ اس کا انکار کریں پس یہ مقبول اس اعتبار سے ہوا کہ علماء نسابین نے اس کو قبول کیا ہے۔

(۳) مردود النسب یہ ہے کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں فلاں قبیلہ سے ہوں حالانکہ ان میں سے نہیں ہے ہم تحقیق کی اور اس سے بھی پتہ چلا کہ یہ

شخص اس قبیلہ سے نہیں ہے تو یہ علماء نسابہ کے نزدیک مردود النسب ہے۔

(۴) مشہور النسب۔ یہ ہے کہ ایک شخص کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ سادات سے ہے لیکن اس کے نسب کا علم نہیں ہو سکا تو اس کا حکم علمار نسابین کے نزدیک مشہور ہو گا اور عام لوگوں کے نزدیک مجہول ہے۔

نسب دور جاہلیت میں:

جیسے کہ اسلام اور علمار کے نزدیک نسب کا اعتبار اور نسب کی تقسیم ہے اسی طرح ایام فترت اور دور جاہلیت میں بھی نسب کا اعتبار اور نسب کی تقسیم تھی فرق صرف یہ ہے کہ اسلام میں نسب کی معرفت کا ذریعہ کتابیں اور شجرات ہیں اور دور جاہلیت میں اگر کسی کے نسب میں شک ہوتا تو وہ اس کے ازالہ کے لیے اور نسب کی معرفت کے لیے پانسوں اور تیروں کی طرف رجوع کرتے۔ چنانچہ علمار نے لکھا ہے کہ ایام جاہلیت میں بھی نسب کا اعتبار تھا اگر کسی کے نسب میں شک پڑتا تو پانسوں کے ذریعہ اس کی تحقیق کرتے چنانچہ ایک جاہلی دستور تھا کہ پانسوں کے ذریعے قسمت معلوم کرتے تھے جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ اہل عرب اپنے زمانہ جاہلیت میں جب سفر پر جانا چاہتے یا تجارت کرنا چاہتے یا نکاح کا ارادہ کرتے یا ان کے درمیان نسب کے معاملے میں یا کسی مقتول کے بارے میں یا دیت کا بار ڈالنے یا ان کے علاوہ کسی اور بڑے معاملہ میں اختلاف ہوتا تو وہ ہبل کے پاس آتے جو مکہ میں قریش کا سب سے بڑا بت تھا اور کعبہ میں نصب تھا اور پانسہ دار (صاحب القداح) کو بطور نذرانہ سو درہم پیش کرتے تاکہ وہ ان کے لیے فال نکالے اس مقصد کے لیے سات طول و عرض میں

مساوی پانسے کعبہ کے محافظ و خادم کے پاس محفوظ تھے جن پر کچھ علامات اور تحریر ثبت تھی ان میں سے ایک پر امرنی ربی (میرے رب نے مجھے حکم دیا) کا فقرہ کندہ تھا اور ایک پر نہانی ربی (میرے رب نے مجھے منع کیا) اور ایک پر منکم (تم میں سے) کا لفظ مرتسم تھا اور ایک پر من غیر کم (تمہارے غیر میں سے) کا اور ایک پر ملصق (ملا ہوا) کا اور ایک پر عقل (دیت) کا اور ایک پر غفل یعنی اس پر کچھ نہیں ہے) کا چنانچہ جب وہ چاہتے جس کام کا وہ عزم رکھتے ہیں اس کے مستقبل اور انجام کی بابت معلوم کریں کہ وہ ان کے لیے باعث خیر ہو یا شر کا موجب ہوگا تو پانسوں کا محافظ امر و نہی والے تیروں سے ان کے لیے فال نکالتا اگر امر کا نکلتا تو جنگ یا سفر یا شادی یا ختنہ و تعمیر مکان وغیرہ سے متعلق اپنے عزم کو عملی جامہ پہنانے اور اگر نہی والا نکلتا تو اس کام کو ایک سال ملتوی کر دیتے۔ جب وہ مدت گزر جاتی تو پھر اسی طرح فال نکالتے۔ اسی طرح جب عقل یعنی مقتول کی دیت کے بارے میں قاتل کے مشتبہ ہو جانے کی بنا پر ان کے درمیان نزاع ہوتا تو اس شخص کو لایا جاتا جس پر قتل کی تہمت لگائی ہوتی اور دیت اور عقل والے پانسے نکال لیے جاتے اور محافظ ان کے لیے فال نکالتا۔ اگر دیت والا پانسہ نکلتا تو اس پر دیت کا بار ڈال لیتے۔ اور اگر غفل (یعنی اس پر کچھ نہیں ہے) نکلتا تو سال کے بعد دوبارہ فال نکالتے یہاں تک کہ وہ پانسہ نکلے جس پر عقل یعنی دیت مکتوب ہو اگر ان میں سے کسی کے نسب کے بارے میں جھگڑا ہوتا تو پانسوں کے محافظ ان تیروں سے جن پر منکم اور من غیر کم اور ملصق کے الفاظ مرتسم ہوتے فال نکالتا اگر منکم (تم میں سے) والا نکلتا تو اس آدمی کو صاحب عزت قرار دیتے جس کے نسب میں شبہ اور جس کے معاملہ میں جھگڑا کیا گیا تھا اور اس کا انتہائی احترام کرتے اگر من غیر کم (تمہارے سوا سے)

والا نکلتا تو اس آدمی سے نفرت کرنے لگتے اور اس سے کنارہ کشی اختیار کرتے
اور اگر ملحق والا نکلتا تو پھر وہ شخص ان کے نزدیک مجہول النسب قرار پاتا یہ سارا
کام ہبل بت کے پاس ہوتا اس ہبل بت کو عمرو بن لحی شام سے مکہ مکرمہ لایا تھا چنانچہ ابوالفدا اسماعیل بن علی
ایوبی المتوفی ۷۳۲ھ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اہل مکہ میں سے عمرو بن لحی ملک شام کے شہر بلقا میں گیا
وہاں اس نے دیکھا کہ لوگ بتوں کی پوجا کرتے ہیں یہ دیکھ کر ان لوگوں سے بتوں کی بابت سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے رب ہیں یہ مجسمے بڑی
بڑی شخصیات کے ہیں ہم ان سے مدد طلب کرتے ہیں تو مدد پاتے ہیں اور ان ہی سے
شفا کی درخواست کرتے ہیں نیز ان ہی سے پانی (بارش) کے لیے التجا کرتے ہیں
عمرو بن لحی کو یہ طریقہ پسند آگیا۔ چنانچہ اس نے ان لوگوں سے ایک بت مانگا
تو انہوں نے ہبل اس کے حوالے کر دیا جسے وہ لے کر مکہ مکرمہ آیا اور کعبہ میں
نصب کر دیا اور اپنے ساتھ دو بت اور بھی اٹھا لایا جو اساف اور نائلہ سے موسوم
تھے پھر اس نے لوگوں کو بتوں کی تعظیم اور ان بتوں کا تقرب حاصل کرنے کی دعوت
دی جسے اہلِ مکہ نے قبول کر لیا اور مکہ میں بھی بت پرستی شروع ہو گئی پھر یہ لوگ
بت پرستی پر قائم رہے یہاں تک کہ اسلام آیا مقصد یہ ہے کہ ایام جاہلیت
میں بھی نسب کا اعتبار تھا پھر جب اسلام آیا تو اسلام نے اپنے قانون اور حدود
کے مطابق نسب کی اہمیت کو واضح کیا اور اس کو برقرار رکھا۔ قرآن و حدیث میں
اس کا ذکر کر کے اس کو ثابت کیا۔ علماء اسلام نے نسب کے موضوع پر کتابیں
لکھیں اور یہ بھی لکھا کہ تمام دنیا سے بہترین نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے
چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اولاد ابراہیم
علیہ السلام سے اسماعیل علیہ السلام کو پسند کیا اور اولاد اسماعیل سے بنو کنانہ
کو اور بنو کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم سے مجھ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو پسند کیا اور یہ نسب حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت آدم علیہ السلام کی بہ نسبت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نسب امام مہدی

کی یہ نسبت جو قیامت تک ہے وہ امام حسن اور امام حسین سے جاری ہے ۔اس سے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب تمام نسبوں سے افضل و برتر ہے ۔

رسول اللہ کے نسب کی فضیلت :

عابدین شامی المتوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ امام حاکم نے اپنی سند کیساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت انس المتوفی ۹۰ھ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ میری اہل بیت سے جو بھی اللہ تعالےٰ کی توحید اور میری رسالت کا اقرار کرے گا اللہ تعالےٰ اس کو عذاب نہیں دے گا۔ امام حاکم المتوفی ۴۰۵ھ نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے ۔امام دیلمی المتوفی ۵۰۸ھ نے عمران بن حصین المتوفی ۵۲ھ سے روایت کی ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میری اہل بیت سے کسی کو دوزخ میں داخل نہ کرے تو اللہ تعالےٰ نے میرے سوال کو قبول کر لیا ۔امام طبرانی المتوفی ۳۶۰ھ نے معجم کبیر میں حضرت ابن عباس المتوفی ۶۸ھ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء کو ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہ، اللہ تعالےٰ نہ تجھے عذاب دے گا اور نہ تیری اولاد کو۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں، امام احمد المتوفی ۲۴۱ھ، امام حاکم المتوفی ۴۰۵ھ۔ حافظ بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ، ابو سعید خدری المتوفی ۷۴ھ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو سعید نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا

لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب

قیامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کو فائدہ نہیں دے گا، ہاں اللہ کی قسم میرا نسبی رشتہ دنیا اور آخرت میں موصول ہے اور اے لوگو بے شک میں تمہارا حوض (کوثر) پر تمہارے لیے فرط (پہلا پہنچا ہوا) ہوں گا۔ حافظ ابونعیم المتوفی نے معرفۃ الصحابہ میں حضرت عمر فاروق المتوفی ۲۴ھ سے روایت کی ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل سبب ونسب منقطع یوم القیامۃ الا سببی ونسبی وکل ولد آدم فان عصبتھم لابیھم ما خلا ولد فاطمۃ فانی انا ابوھم وعصبتھم کہ ہر سبب اور نسب قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا مگر میرا سبب اور نسب منقطع نہیں ہوگا اور تمام اولاد آدم کے لیے عصبہ ان کے باپ ہیں مگر اولاد فاطمہ کے لیے میں عصبہ اور باپ ہوں یہ تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب آپ کی اولاد کے لیے فائدہ بھی دے گا اور منقطع بھی نہیں ہوگا۔

سوال :-

قرآن پاک میں ہے فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساءلون (پ ۱۸ سورۃ ۲۳) توجب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے یعنی قیامت کے دن رشتہ داری وغیرہ نہیں رہیں گی۔ اب اس آیت کریمہ سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن نسب وغیرہ فائدہ نہیں دے گا۔

جواب :-

یہ آیت کریمہ کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ کافروں کے باہمی نسب فائدہ نہیں دیں گے جیسے کہ آیت کا سیاق وسباق اس پر دلالت کر رہا ہے

لہذا آیت عام نہیں ہے بلکہ کافروں کے حق میں خاص ہے یعنی کافروں کے نسب فائدہ نہیں دیں گے البتہ مؤمنوں کے نسب فائدہ دیں گے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے واما الجدار فکان لغلمین یتیمین فی المدینة وکان تحته کنز لهما وکان ابوهما صالحا (پ ۱۶ سورۃ ۱۸ع) رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا ترمذی کی حدیث میں ہے کہ اس دیوار کے نیچے سونا چاندی مدفون تھا یعنی یہ دیوار دو یتیم لڑکوں کی تھی جس کی حفاظت اللہ تعالےٰ نے نبیوں کے سپرد کی اور یہ دونوں ایک صالح باپ کے بیٹے تھے جو کہ ان کی ساتویں پشت میں گذرا تھا جب ان کی یہ حفاظت نسبی رشتہ داری کی وجہ سے ہوئی تو اولاد رسول اس کی زیادہ مستحق ہے چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں احفظوا فینا ما حفظ العبد الصالح فی الیتیمین وکان ابوهما صالحا کہ ہمارا اس طرح لحاظ کرو جیسے ان دو یتیموں کا لحاظ ان کے باپ صالح کی وجہ سے ہوا تھا علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں کہ میرے بعض مشائخ کے مشائخ نے خبر دی ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں مجاور تھے اور اسباق بھی پڑھتے تھے جب ایک دن اس آیت انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا (پ ۲۲ سورۃ ۳۳ع) اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے۔ پر پہنچے تو بعض علماء نے اس آیت سے استدلال کیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے اس دنیا سے کوئی انتقال کرتا ہے تو اچھی حالت میں انتقال کرتا ہے۔ اس دلیل کو انہوں نے قوی پایا پھر انہوں نے اس بات کو بعض اہل مکہ کے کہنے پر بعید سمجھا کہ ضروری نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی ہر اولاد اچھی حالت میں انتقال کرے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا۔ نیز ارشاد فرمایا کہ تم میری اولاد کا ایمان اور اچھی حالت پر مرنا بعید سمجھتے ہو جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے اس بات سے توبہ کی۔

سوال:۔ قرآن پاک میں ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کہ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے اس سے ظاہر ہے کہ اللہ کے نزدیک اعتبار تقویٰ اور پرہیز گاری کا ہے نسب کا اعتبار نہیں ہے۔

جواب:۔

اگر کوئی انسان تقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہے تو اس سے نسب کے فائدہ مند ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ تقویٰ ایک علیحدہ امر ہے اور نسب کا قیامت کے دن نفع دینا ایک علیحدہ بات ہے۔ ایک کے ثبوت سے دوسرے کی نفی لازم نہیں آتی یعنی اس بات کے ثبوت سے کہ تقویٰ والا شخص اللہ کے نزدیک مکرم و محترم ہے نسب کے فائدہ مند ہونے کی نفی نہیں ہوتی نیز نسب سے انسان کی پہچان ہوتی ہے۔ تقویٰ سے انسان کی پہچان نہیں ہوتی۔

سوال:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو فرمایا تھا انقذوا انفسکم من النار فانی لا املک لکم من اللہ شیئاً کہ تم عمل کر کے دوزخ کی آگ سے نجات حاصل کرو۔ میں تمہارے لیے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ یعنی میں تم کو نسب کے لحاظ سے فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

جواب:۔

علامہ ابن عابدین نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں کسی کے لیے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ذاتی طور پر مالک نہیں ہوں میں تو اللہ کے مالک بنانے سے مالک ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قریبی رشتہ داروں کو شفاعت کا مالک بنایا ہے عوام اور خواص کی شفاعت کرنے کا مالک بنایا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کے مالک ہیں جن کا اللہ تعالےٰ نے آپ کو مالک بنایا ہے اسی لیے فرمایا الا سببی و نسبی اب سبب اور نسب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طرف نسبت کر کے ثابت فرمایا ہے کہ جو سبب اور نسب میرا ہے جس کا میں مالک ہوں وہ میری وجہ سے ہی فائدہ دے گا۔

سوال:۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اولیائی یوم القیامۃ المتقون من کانوا کہ قیامت کے دن میرے دوست متقی لوگ ہوں گے جو بھی ہوں گے نیز فرمایا انما ولی اللہ و صالح المومنین کہ میرا ولی۔ اللہ تعالیٰ اور صالح مومن ہیں۔ اب یہاں نسب کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

جواب:۔

ان احادیث سے نسب اور نسب کے فائدہ دینے کی نفی نہیں ہوتی۔ ان احادیث کا مفہوم صرف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو متقی اور صالح لوگ ہوں گے وہ قیامت کے دن میرے دوست ہوں گے میری شفاعت ان کو فائدہ دے گی۔ اس سے رشتہ داری اور نسب کی نفی ہرگز مفہوم نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں ولا ینفی نفع رحمہ واقاربہ

کہ اس سے نسب اور رشتہ داری کی نفی نہیں ہوتی۔

سوال :۔

حدیث میں آتا ہے من بطاء بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ کہ جس کو عمل مؤخر کرے گا اس کو نسب مقدم نہیں کرے گا یعنی عمل نہ ہوئے تو نسب فائدہ نہیں دے گا۔

جواب :۔

ابن عابدین لکھتے ہیں کہ یہ حصول نجات کے منافی نہیں ہے یعنی جس کے اعمال میں کمی ہوگی اس کو بلندی درجات کے حصول میں دقت ہوگی نہ یہ کہ اس کو نجات حاصل نہیں ہوگی یعنی نجات تو حاصل ہوگی۔ ہماری اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ نسب اسلام کے ظہور سے پہلے بھی لوگوں میں معتبر تھا اور جب اسلام آیا تو اسلام نے بھی اس کا اعتبار کیا جن لوگوں نے کہا ہے کہ اسلام میں نسب متروک ہے یا غیر معتبر ہے اور پھر اس پر یہ غلط نتیجہ مرتب کیا ہے کہ جب نسب اور کفو کا اعتبار ہی نہیں ہے تو پھر ہر مسلمان سید زادی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے یہ ان کا قول جہالت پر مبنی ہے چنانچہ علامہ ابن حزم اندلسی نے کہا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں نسب کا اعتبار نہیں ہے وہ یا تو جاہل ہیں یا متعصب اور معاند ہیں اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی المتوفی ۱۳۴۰ھ نے لکھا کہ جو شخص یہ کہے کہ سید یعنی آل نبی کی دختر ہر ایک کو پہنچ سکتی ہے یعنی ہر مسلمان سے عقد جائز ہے شخص مذکور جھوٹا، کذاب اور بے ادب گستاخ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ صہ۲۹۳ ج ۵)۔ غرضیکہ جو شخص نسب کا انکار کرتا ہے وہ بقول علامہ ابن حزم جاہل ہے اور جو شخص نسب کا انکار کر کے اس پر یہ نتیجہ مرتب کرتا ہے کہ ہر مسلمان سید زادی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے وہ بقول اعلیٰ حضرت

فاضل بریلوی جھوٹا، کذاب، اور بے ادب گستاخ ہے۔

سادات کرام کا نسب:

سادات چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں لہٰذا سادات کرام کا نسب وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب امام مہدی علیہ السلام کی بہ نسبت قیامت تک ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کے خصائص وفضائل ہیں وہی سادات کرام کے نسب کے خصائص وفضائل ہیں ہمارے بعض معاصرین نے کہا ہے کہ سادات کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد نہیں ہیں بلکہ حضرت علی کی اولاد ہیں یہ قول باطل اور مردود ہے۔ چنانچہ ابن حجر مکی المتوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں وان اولاد فاطمۃ وذریتھم یسمون ابناءہ وینسبون الیہ نسبۃ صحیحۃ نافعۃ فی الدنیا والآخرۃ (صواعق محرقہ ص۱۵۲) کہ حضرت فاطمۃ الزہرا کی اولاد اور ذریت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں اور آپ کی طرف وہ نسبت صحیحہ کے ساتھ منسوب ہیں جو کہ دنیا اور آخرت میں ان کے لیے نافع ہے۔ امام طبرانی المتوفی ۳۶۰ھ نے حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اولاد فاطمہ کا میں عصبہ اور باپ ہوں۔ علامہ زکریا دیوبندی لکھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کا سلسلہ حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہرا سے چلا اور ان شاء اللہ قیامت تک چلتا رہے گا (حکایات صحابہ ص۱۸۲) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں شرع مطہر میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت خاص امام حسن وامام حسین اور ان کے حقیقی بھائی بہنوں کو عطا فرمائی

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ وہ رسول اللہ کے بیٹے ٹھہرے پھر ان کی جو خاص اولاد ہے ان میں بھی وہی قاعدہ عام جاری ہوا کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں اس لیے سبطین کریمین (امام حسن، امام حسین) کی اولاد سید ہیں۔ نہ بنات فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کہ وہ اپنے والدوں ہی کی طرف نسبت کی جائیں گی (فتاویٰ رضویہ ص۶۶۷) اب اس سے ظاہر ہوا کہ امام حسن اور امام حسین حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بیٹے اور حضور کی اولاد ہیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ سادات صرف اور صرف وہی ہیں جو امام حسن اور امام حسین کی اولاد سے ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا کی بیٹیوں کی اولاد سید نہیں ہے اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ کی دوسری بیویوں سے جو اولاد ہے وہ بھی سید نہیں ہیں۔ غرضیکہ صرف امام حسن اور امام حسین کی اولاد سادات ہیں۔ ان کے سوا کوئی اور سید نہیں ہے۔ سادات چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد ہیں جیسا ان کا نسب ہے اس طرح دنیا میں کسی اور کا نسب نہیں ہے۔ یہ نسب حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور پاک تک اور حضور پاک سے لے کر حضرت امام مہدی علیہ السلام یعنی قیامت تک طیب وطاہر اور متصل ہے۔

سوال:۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو اپنا نسب ذکر فرمایا ہے وہ اپنے سے لے کر حضرت عدنان تک ذکر کیا ہے اور حضرت عدنان سے حضرت آدم علیہ السلام تک عام طور پر محدثین نہیں ذکر کرتے نیز یہ بھی مشہور ہے کہ کذب النسابون مافوق العدنان کہ جو حضرت عدنان سے اوپر نسب بیان کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نسب صرف عدنان تک بیان کرنا جائز ہے لیکن آپ نے حسب ونسب جلد دوم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کا نسب حضرت آدم تک بیان کیا ہے۔

جواب:۔

ابن اسحاق، ابن جریر، امام بخاری اور دیگر علماء کا مذہب یہ ہے کہ حضور پاک کا حضرت آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنا جائز ہے نیز امام شافعی المتوفی سن ۲۰۴ھ کے نزدیک بھی جائز ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنی کتاب رحلۃ الشافعی میں ہارون الرشید اور امام شافعی کا مکالمہ ذکر کیا ہے کہ ہارون الرشید نے کہا کہ تم اپنی بات بتاؤ تو امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا نسب بیان کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ میں نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے جا ملایا (رحمۃ اللعالمین ص ۲۲ ج ۲) اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب آدم علیہ السلام تک بیان کرنا جائز ہے۔ رہا یہ کہ لوگوں میں مشہور ہے کذب النسابون مافوق العدنان یہ کوئی صحیح روایت نہیں ہے اگر صحیح ہوتی تو یہ بڑے بڑے محدثین امام بخاری المتوفی سن ۲۵۶ھ، امام ابن اسحاق المتوفی سن ۱۵۱ھ، امام ابن جریر المتوفی سن ۳۱۰ھ اور دیگر علماء بھی جواز کا قول نہ کرتے ان کا اس کو جائز کہنا اور بیان کرنا ہی اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ یہ روایت کذب النسابون مافوق العدنان غلط اور بے بنیاد ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کرنا جائز ہے۔

سادات کی تعظیم:

چونکہ سادات کرام کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب ہے اور سادات کرام حضور پاک کی اولاد ہیں لہٰذا سادات کرام کی عزت وعظمت لازم ہے چنانچہ علامہ تقی الدین مقریزی نے کہا کہ مجھے شمس الدین محمد بن عبداللہ نے یہ واقعہ

بیان کیا کہ میں ایک دن قاضی جمال الدین محمود کے پاس گیا جو قاہرہ کے محتسب دگورنر تھے پ مجھے قاضی نے کہا کہ ایک دن میں بادشاہ ملک ظاہر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا تو سید عبدالرحمان طبا طبائی تشریف لے آئے اور مجھ سے بلند جگہ پر بیٹھ گئے میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بادشاہ کی مجلس میں مجھ سے بلند جگہ پر کیوں بیٹھے ہیں رات کو میں سویا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ب مجھے زیارت ہوئی تو آپ نے فرمایا قاضی محمود تو اس بات کو عار محسوس کرتا ہے کہ میری اولاد ع سے نیچے بیٹھے جب صبح قاضی اٹھے تو اپنے نائبوں اور خادموں کو ساتھ لے کر سید عبدالرحمٰن طبا طبائی کے گھر گئے اور ب مجھے بھی ساتھ لے گئے ان سے اجازت طلب کی وہ اپنے گھر سے باہر آئے تو ان کو قاضی محمود دگورنر کے آنے پر حیرت ہوئی سید طبا طبائی ان کو اندر لے گئے اور ہم بھی اندر چلے گئے جب بیٹھ گئے تو قاضی نے کہا کہ حضور ب مجھے معاف فرمائیے سید عبدالرحمان طبا طبائی نے پوچھا جناب کیوں معاف کر دوں تو قاضی نے کہا کہ جناب کل آپ بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے تھے میں بھی وہاں تھا اور آپ وہاں بلند جگہ پر بیٹھے تھے میں نے عار محسوس کی رات کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ب مجھے فرمایا محمود تم اس بات کو عار محسوس کرتے ہو کہ میری اولاد بلند جگہ پر بیٹھے اور تم نیچے بیٹھو اس لیے معافی کیلیے حاضر ہوا ہوں تو سید عبدالرحمٰن طبا طبائی یہ سن کر رو پڑے اور کہا کہ میں کون ہوں کہ رسول پاک ب مجھے یاد کریں یہاں تک تمام اہل مجلس رونے لگے تو پھر قاضی نے واپس آنے کی اجازت طلب کی آپ نے اجازت فرمائی۔ اسی طرح ایک اور واقعہ علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ عراق کا ایک امیر سادات کرام سے بہت محبت رکھتا تھا اور ان کی انتہائی تعظیم و عزت کرتا اس کی مجلس

میں جب کوئی سیّد موجود ہوتا تو ان کو سب سے آگے بٹھاتا ایک مرتبہ ایک سیّد اس امیر کی مجلس میں آئے اس وقت وہاں ایک بہت بڑا عالم بھی موجود تھا سیّد صاحب کو بیٹھنے کے لیے جو جگہ ملی وہ اس عالم کی جگہ سے اونچی تھی وہ اس جگہ بیٹھ گئے وہ اس کے مستحق بھی تھے اور جانتے تھے کہ امیر اس سے ہی راضی ہوگا مگر اس عالم کے چہرے پر عار اور ناگواری کے آثار ظاہر ہو گئے اور اس عالم نے نامناسب گفتگو شروع کر دی۔ امیر نے اس بات پر توجہ نہ دی اور دوسری بات شروع کر دی، کچھ دیر بعد جب یہ معاملہ بھول گیا تو امیر نے اس عالم کے بیٹے کے متعلق دریافت کیا جو تحصیلِ علم میں مصروف تھا اس عالم نے کہا کہ وہ متون یاد کرتا ہے۔ اسباق پڑھتا ہے اس نے یہ پڑھا ہے وہ پڑھا ہے۔ اس کا ایک سبق صبح کے وقت مقرر ہے اور ایک سبق دوسرے وقت مقرر ہے اسی طرح اس کے دیگر حالات بیان کرتا رہا فقال لہ ھلا رتبت لہ نسبا وعلمتہ شرفا حتیٰ یکون من اولاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس امیر نے اس عالم کو کہا کیا تو نے اس کے لیے ایسا نسب بھی مہیا کیا ہے اور اسے ایسی شرافت بھی سکھائی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سے ہو جائے عالم اپنی حرکت فراموش کر چکا تھا اس نے کہا یہ فضیلت فراہم کرنے اور سکھانے سے حاصل نہیں ہو سکتی یہ تو اللہ کی عنایت ہے اس میں کسب کو دخل نہیں ہے فصاح بہ الامیر افا کنت ھذا یا خبیث، فلما ذا أنفت من جلوس الشریف فوقک واللہ لا تطاء مجلسی ابدًا ثم امر بطردہ فطرد پس امیر نے بڑے زور سے کہا "خبیث" جب تجھے یہ بات معلوم ہے تو تو نے سیّد صاحب کے اونچی جگہ بیٹھنے کو کیوں ناگوار محسوس کیا بخدا آئندہ تم میری مجلس میں نہیں آؤ گے پھر حکم دیا اور اسے وہاں سے

نکلوادیا (الشرف المؤبد ص۹۸ ، ترجمہ برکات آل رسول ص۲۶۹) اب اس سے ظاہر ہوا کہ جو آدمی رسولِ پاک کی اولاد سادات کرام کی عزت کرنے میں عار محسوس کرتا ہے وہ خبیث ہے نیز یہ بھی ظاہر ہوا کہ کوئی شخص اپنے علم وفضل اور تقویٰ کے لحاظ سے سادات کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہونا یہ فضیلت ان کے ساتھ ہی خاص ہے۔ اب جو یہ کہے کہ سادات کے علاوہ دوسرے لوگ بھی سادات ہیں یا سادات کی طرح ہیں یا نسب وکفو میں سادات کے برابر ہیں وہ بھی خبیث بلکہ اخبث ہے۔ حافظ محمد یونس چکوالوی نے اپنی کتاب سیف الاعوان میں اپنی خباثت اور گندگی پھیلاتے ہوئے بار بار لکھا ہے کہ تمام لوگ سید ہیں۔ ہم نے اس کی مکمل تردید اپنی کتاب حسب ونسب جلد چہارم میں کی اور حافظ محمد یونس چکوالوی کے استاد حافظ عطا محمد بندیالوی اور اس کے شاگردوں نے اپنی کتاب سیف العطا میں لکھا کہ سید زادی کے ساتھ موچی اور جولاہا بھی نکاح کرسکتا ہے۔ اس کی تردید ہم نے حسب ونسب جلد سوم میں کی ہے ہمارے قارئین حضرات وہاں ان کی تردید ملاحظہ کریں۔ ومن اللہ التوفیق والھدایۃ وعلیہ التوکل فی البدایۃ والنھایۃ وھو حسبی ونعم الوکیل۔

مفتی غلام رسول

(لندن)

باب اوّل

نسب رسول

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اللہ تعالےٰ وحدہٗ لاشریک نے تمام سے پہلے بلا واسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور پیدا کیا پھر اسی نور کو تمام کائنات کے مخلوق کرنے کے لیے واسطہ بنایا اور عالم ارواح میں ہی اس روح سراپا نور کو وصف نبوت سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ صحابہ کرام نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کب نبی بنائے گئے تو فرمایا وآدم بین الروح والجسد یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے یعنی روح نے اپنے جسم سے تعلق نہیں پکڑا تھا جب اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اپنے حبیب پاک کے نور کو ان کی پشت مبارک میں ودیعت رکھا اور یہ نور آپ کی پیشانی میں اس طرح چمکتا تھا جیسے کہ سورج آسمان میں چمکتا ہے اور ان سے عہد لیا گیا کہ نور انور کو پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہونا چاہیئے اور اس کے انوار حضرت حوا کی پیشانی میں نمودار ہوئے ان کے ہاں حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معجزہ تھا کہ حضرت شیث علیہ السلام اکیلے پیدا ہوئے جب حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے تو یہ

نور حضرت شیث علیہ السلام کی پشت میں منتقل ہو گیا اسی طرح یہ نور انور پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوا یہاں تک کہ یہ نور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ علیہ السلام تک پہنچا اور ان سے بنا بر قول اصح ایام تشریق میں جمعہ کی رات کو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ علیہا السلام کے رحم پاک میں منتقل ہوا اس نور کے پاک وصاف رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء وامہات کو کفر وشرک کی نجاست اور جاہلیت کی آلودگی سے پاک رکھا ہے اسی نور کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد نہایت حسن وجمال کے مالک تھے اسی نور کی برکت سے حضرت آدم علیہ السلام ملائکہ کے مسجود بنے۔ اسی نور کے وسیلے سے ان کی توبہ قبول ہوئی اسی نور کی برکت سے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان میں غرق ہونے سے بچی۔ اسی نور کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آتش نمرود گلزار ہو گئی۔

(سیرت رسولِ عربی صفحہ ۲۱ تا صفحہ ۲۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد پاک کا اسم گرامی حضرت عبد اللہ ہے۔ حضرت عبد اللہ حضرت عبد المطلب کے فرزند ارجمند ہیں حضرت عبد المطلب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم کے فرزند ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل تقریباً اکیس سو

ساٹھ سال شہر سوس میں پیدا ہوئے۔ اس وقت نمرود بن کوش بن حام کا دور حکومت تھا یہ بہت متکبر اور سرکش بادشاہ تھا۔ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام جب تیس سال کے ہوئے تو نمرود کا مقابلہ شروع کیا۔ آپ کو نمرود نے جب آگ میں ڈالا تو آپ کی عمر اکیاون سال تھی۔ آپ چالیس دن آگ میں رہے۔ تمام کافروں نے دیکھا ان میں سے صرف اس وقت ایک ہزار ایمان لائے۔ نمرود اور آذر وغیرہ نے انکار کیا آپ کی امت صرف پانچ ہزار تھی اور آپ کی ساری قوم چھ لاکھ تھی، نمرود اور اس کی قوم نے ابراہیم علیہ السلام پر جب زیادتیاں شروع کیں تو آپ اپنے والد حضرت تارخ اور اپنے دو بھائیوں کے ساتھ ملک شام کی طرف ہجرت کر گئے اور وہاں ہی آپ کی پہلی شادی حضرت سارہ سے ہوئی جو کہ آپ کی ماموں زاد تھی آپ کافی دیر تک ملک شام میں رہے اور جب ملک شام میں قحط پڑا تو آپ اپنی بیوی حضرت سارہ اور اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ ملک مصر کی طرف چلے گئے۔ حضرت سارہ عمر کے لحاظ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دس سال چھوٹی تھیں۔ آپ بہت خوبصورت تھیں۔ اس وقت مصر کا بادشاہ علوان تھا۔ یہ ہود علیہ السلام کی نسل سے تھا اور حضرت ہود علیہ السلام کا نام عابر تھا اور ہود آپ کا لقب تھا اور آپ کی والدہ کا نام ملعب بنت عویلم بن سالم بن نوح تھا اور آپ کے والد کا نام شالخ بن ارفخشد بن سالم بن نوح علیہ السلام ہے اور حضرت ہود علیہ السلام کی عمر مبارک ۴۶۴ سال تھی جب آپ فوت ہوئے تو مکہ مکرمہ میں دفن کیے گئے اور بعض نے کہا ہے کہ حضر موت میں دفن ہوئے (آبادالنبی صفحہ ۵ ج ۲) مصر کا بادشاہ علوان نہایت جابر اور ظالم تھا۔ شہر میں جو خوبصورت عورت آتی اس کو جبراً اپنی بیوی بنا لیتا۔ اگر اس کے ساتھ خاوند ہوتا تو خاوند کو قتل کرا دیتا اور وہ

بیوہ ہو جاتی اس کو بیوی بنا لیتا اگر کنواری ہوتی اور اس کے ساتھ اس کا بھائی یا والد ہوتا تو ان کو مال وغیرہ دے کر اس کو بیوی بنا لیتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب مصر شہر میں داخل ہوئے تو آپ کو بذریعہ نبوت علوان بادشاہ کے کرتوتوں کا علم ہو گیا تو آپ نے حضرت سارہ سے فرمایا جب تم سے بادشاہ دریافت کرے کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ تو تم نے کہنا ہے کہ میرے ساتھ بھائی ہے اور دل میں دینی بھائی کا ارادہ کر لینا۔ چنانچہ بادشاہ کے مخبروں نے بادشاہ کو حضرت سارہ کے بارے میں بتایا بادشاہ نے ان کو اپنے محل میں بلوایا اور سارہ سے پوچھا کہ جو تمہارے ساتھ ہے وہ تمہارا رشتہ میں کیا لگتا ہے۔ حضرت سارہ نے جواب دیا وہ میرا بھائی ہے پھر حضرت ابراہیم کو بلا کر پوچھا تو آپ نے فرمایا وہ میری بہن ہے پھر بادشاہ نے سارہ کو اپنے پاس تخلیہ میں بلایا اور آپ کو ہاتھ لگانے لگا تو اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔ بادشاہ بہت پریشان ہوا اور سارہ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ میرے لیے دعا کریں۔ حضرت سارہ نے دعا کی تو بادشاہ کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔ بادشاہ پھر ہاتھ لگانے لگا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا۔ یہاں تک کہ یہ سات مرتبہ بادشاہ کے ساتھ ہوا پھر کہنے لگا کہ تو جادوگرنی ہے چلی جا حضرت سارہ جب جانے لگیں تو آپ نے فرمایا میں جادوگرنی نہیں ہوں بلکہ میں نبی کی بیوی ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی ہیں۔ ہم نے تیرے ظلم سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو دینی بہن بھائی ظاہر کیا ہے۔ اب تم نے ابراہیم کو کچھ نہیں کہنا۔ بادشاہ بڑا متاثر ہوا اور اپنی سگی بیٹی ہاجرہ حضرت سارہ کی خدمت میں دے دی۔ حضرت ابراہیم پھر ملک شام کی طرف تشریف لائے اور ملک شام میں اقامت پذیر ہو گئے۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم سے عرض کی کہ آپ اس شہزادی حضرت ہاجرہ سے نکاح کر لیں۔ شاید اللہ تعالیٰ ہم کو

کوئی اولاد عطا کردے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ہاجرہ کنیز تھیں۔ بہر صورت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ سے نکاح کر لیا۔

سوال:۔

اس واقعہ میں ذکر ہوا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ محترمہ کو اپنی بہن کہا تھا یہ بات خلاف واقع ہے۔ خلاف واقع بات کرنا شانِ نبوت وعصمت کے خلاف ہے۔

جواب:۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خلاف واقع بات نہیں کی بلکہ آپ نے اپنی اس کلام میں "توریہ" کیا ہے اور عربی کلام میں توریہ استعمال کرنا جائز ہے۔ علماء نے توریہ کے بارے میں لکھا ہے کہ "توریہ" یہ ہے ان یطلق لفظ له معنیان احدهما قریب والآخر بعید نیراد البعید منهما کہ لفظ بولا جائے۔ اس کے دو معنے ہوں۔ ایک قریب اور دوسرا بعید اور مرادی معنے بعید ہو، یہ "توریہ" خلاف واقع نہیں ہوتا بلکہ حقیقت کے عین مطابق ہوتا ہے چونکہ بظاہر خلاف واقع معلوم ہوتا ہے سطحی نظر والا اس کو خلاف واقع سمجھتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سارہ کو بہن کہنا بظاہر تو خلاف واقع معلوم ہوتا ہے لیکن درحاصل یہ حقیقت کے عین مطابق ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارہ کو بہن کہہ کر بعیدی معنے مراد لیا ہے کہ یہ بہن دین میں ہے اور سائل نے سمجھا کہ بہن حقیقی ہے حالانکہ حضرت سارہ ابراہیم علیہ السلام کی حقیقی بہن نہیں تھیں۔

سوال:۔

آپ نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی زوجہ محترمہ کو بہن کہنا

خلاف واقع نہیں ہے یہ غلط ہے کیونکہ یہ صرف خلاف واقع ہی نہیں بلکہ اس کو توضیح حدیث میں کذب (جھوٹ) کہا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لم یکذب ابراھیم النبی فی شئ قط الا فی ثلاث قولہ انی سقیم وقولہ لسارۃ اختی وقولہ بل فعلہ کبیرھم رواہ البخاری و مسلم والترمذی واللفظ للترمذی وقال حدیث حسن کہ ابراہیم جو نبی تھے کبھی کذب (خلاف واقع) تین بار کے علاوہ نہیں بولا ایک بار جب کفار نے انہیں اپنے میلے میں شرکت کی دعوت دی تو آپ نے کہا انی سقیم (میری طبیعت ناساز ہے) دوسری بار جب انہوں نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت سارہ کو اپنی بہن کہا، تیسری مرتبہ جب اُن سے پوچھا گیا کہ ان بتوں کو کس نے توڑا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کام بڑے بُت نے کیا ہے۔ اب اس حدیث میں صراحتہً کذب کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت کیا گیا ہے اور کذب (خلاف واقع) کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت کرنا آپ کی شان کے خلاف ہے کیونکہ آپ نبی معصوم ہیں۔

جواب:۔

جھوٹ گناہ کبیرہ ہے اس کی نسبت انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف ناجائز ہے کیونکہ نبی معصوم ہوتے ہیں سائل نے سمجھا ہے کہ کذب اور جھوٹ یا تو دونوں مساوی ہیں یا دونوں مترادف ہیں حالانکہ نہ یہ دونوں مساوی ہیں اور نہ ہی دونوں مترادف ہیں بلکہ ان دونوں میں سے کذب عام ہے اور جھوٹ خاص ہے کذب متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے جن میں سے صرف ایک معنے کے لحاظ سے جھوٹ کا مترادف ہے جو کہ گناہ کبیرہ ہے۔ دیگر معانی میں کذب گناہ کبیرہ نہیں ہے اور اس حدیث (ابوہریرہ) میں کذب جھوٹ کے

معنے میں استعمال نہیں ہوا جو کہ گناہ کبیرہ ہے بلکہ ایک دوسرے معنے میں استعمال ہوا ہے جس معنے کے اعتبار سے گناہ کبیرہ نہیں ہے۔ چنانچہ سید مرتضیٰ زبیدی المتوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس میں لکھتے ہیں کہ (علامہ) ابن انباری المتوفی ۵۷۷ھ نے کہا کہ کذب کی پانچ قسمیں ہیں۔ اول، متکلم نے جو کچھ سنا ہے اس کے خلاف اگر روایت کرے تو اسے بھی کذب کہتے ہیں۔ اس معنے میں کذب جھوٹ کا ہم معنیٰ ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے۔ اور یہ شرافت انسانی کے منافی ہے۔

دوم ان یقول قولاً یشبہ الکذب ولا یقصد بہ الا الحق ومنہ حدیث کذب ابراھیم ثلاث کذبات ای قال قولا یشبہ الکذب وھو صادق فی الثلاث۔ یہ قول مشابہ کذب کے ہوتا ہے لیکن اس سے مراد حق ہوتا ہے۔ اس معنے میں کذب کا لفظ اس حدیث میں استعمال ہوا ہے جہاں ابراہیم علیہ السلام کی طرف تین کذبات کی نسبت کی گئی ہے یعنی آپ کا قول مشابہ بالکذب تھا اور حقیقت میں آپ تینوں باتوں میں سچے تھے۔

سوم کذب خطاء کے معنے میں بھی استعمال ہوتا ہے اور کلام عرب میں یہ کثیر استعمال ہے،

چہارم، آرزو اور امید کے خاک میں مل جانے کو بھی کذب کہتے ہیں جیسے کہ کہا جاتا ہے کذب الرجل یعنی اس مرد کی امید خاک میں مل گئی۔

پنجم۔ کذب بمعنےٰ اغراء یعنی کسی کو دھوکہ میں رکھنا بھی مستعمل ہے، اب کذب کے ان معانی سے دوسرا معنے حدیث میں مراد ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تینوں اقوال بظاہر خلاف واقع نظر آتے ہیں لیکن اگر غور و فکر کیا جائے تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ تینوں اقوال بالکل درست ہیں چونکہ تینوں اقوال میں معنے قریبی بھی تھا اور بعیدی بھی۔ سائل نے قریبی معنے سے کہ غلطی کی ہے مراد تو بعیدی معنے

تھا گویا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے تینوں اقوال میں "تعریہ" سے کام لیا ہے
چنانچہ صاحب "معارف القرآن" نے مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے
کہ ایک سوال اب یہ رہ جاتا ہے کہ صحیح احادیث میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ان ابراهیم علیه السلام لم یکذب غیر
ثلاث (رواہ البخاری ومسلم) یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی
جھوٹ نہیں بولا بجز تین جگہوں کے پھر ان تینوں کی تفصیل اسی حدیث میں
اس طرح بیان فرمائی کہ ان میں سے دو جھوٹ تو خالص اللہ کے لیے
بولے گئے ایک آیت بل فعلہ کبیرھم میں ذکر کیا ہے کہ بتوں کا توڑنا
یہ بڑے بُت نے کیا ہے تم خود ان سے دریافت کر لو اگر یہ بول سکتے ہوں
اور دوسرا بروز عید قوم سے یہ عذر کرنا کہ انی سقیم میں بیمار ہوں اور تیسرا اپنی زوجہ
کی حفاظت کے لیے بولا گیا وہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ محترمہ
حضرت سارہ کے ساتھ سفر میں تھے مصر میں جب پہنچے وہاں کا بادشاہ
ظالم بدکار تھا جب کسی شخص کے ساتھ اس کی بیوی کو دیکھتا تو بیوی کو پکڑ لیتا
(اور اس کے آدمی کو قتل کر دیتا) مگر یہ معاملہ اس صورت میں نہ کرتا تھا جب کوئی
بیٹی اپنے باپ کے ساتھ یا بہن اپنے بھائی کے ساتھ ہو (باپ اور بھائی کو
قتل نہ کرتا بلکہ ان کو مال دے کر بیٹی بہن کو پکڑ لیتا) حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے اس شہر میں مع اہلیہ کے پہنچنے کی مخبری اس بادشاہ کے سامنے کر دی گئی
تو اس نے حضرت سارہ کو گرفتار کر کے اپنے پاس بلوایا، پکڑنے والوں نے حضرت
ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ عورت رشتہ میں تم سے کیا تعلق رکھتی ہے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بادشاہ کے ظلم سے بچنے کے لیے یہ فرمادیا کہ یہ
میری بہن ہے (یہی وہ چیز ہے جس کو حدیث میں تیسرے جھوٹ سے تعبیر

کیا گیا ہے) مگر اس کے باوجود وہ پکڑ لیے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کو بھی بتادیا کہ میں نے تم کو اپنی بہن کہا ہے تم بھی اس کے خلاف نہ کہنا اور وجہ یہ ہے کہ اسلامی رشتہ سے تم میری بہن ہو اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نماز پڑھنا شروع کردیا حضرت سارہ جب بادشاہ کے پاس پہنچیں تو اس نے حضرت سارہ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اللہ تعالےٰ نے اس بادشاہ کو اپاہج اور معذور کر دیا، اس پر اس نے حضرت سارہ کو کہا کہ تم دعا کرو کہ یہ میری معذوری دور ہو جائے میں تمہیں کچھ نہ کہوں گا سان کی دعا سے اللہ تعالےٰ نے اس کو صحیح وسالم کردیا مگر بادشاہ نے عہد شکنی کی پھر ہاتھ ڈالنا چاہا پھر اللہ تعالےٰ نے اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا اس طرح تین مرتبہ (یا سات مرتبہ) یہ واقعہ پیش آیا تو اس نے حضرت سارہ کو واپس کر دیا۔ بہر حال اس حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف تین جھوٹ کی نسبت کی گئی ہے جو شان نبوت وعصمت کے خلاف ہے مگر اس کا جواب خود اسی حدیث کے اندر موجود ہے وہ یہ کہ دراصل ان میں سے ایک بھی حقیقی معنےٰ میں جھوٹ نہ تھا یہ "توریہ" تھا جو ظلم سے بچنے کے لیے حلال و جائز ہوتا ہے وہ جھوٹ کے حکم میں نہیں ہوتا (جو کہ گناہ کبیرہ ہوتا ہے) اس کی دلیل خود حدیث مذکور میں یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے کہا تھا کہ میں نے تمہیں اپنی بہن بتلایا ہے تم سے پوچھا جائے تو تم بھی مجھے بھائی بتلانا اور بہن کہنے کی وجہ ان کو بتلا دی کہ ہم دونوں اسلامی برادری کے اعتبار سے بہن بھائی ہیں اسی کا نام توریہ ہے کہ الفاظ ایسے بولے جائیں جن کے دو مفہوم ہو سکیں۔ سننے والا اس سے ایک مفہوم سمجھے اور بولنے والے کی نیت دوسرے مفہوم کی ہو اور ظلم سے بچنے کے لیے یہ تدبیر "توریہ" باتفاق فقہاء جائز ہے۔ یہ

شیعہ رافضیوں کے تقیہ سے بالکل مختلف چیز ہے۔ تقیہ میں صریح جھوٹ بولا جاتا ہے اور اس پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔ توریہ میں صریح جھوٹ نہیں ہوتا بلکہ جس معنے سے متکلم بول رہا ہے وہ بالکل صحیح اور سچ ہوتے ہیں جیسے کہ اسلامی برادری سے بھائی بہن ہونا اسی طرح کی توجیہہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے دونوں کلاموں میں ہو سکتی ہے "بل فعلہ کبیرھم" کہ ان کو بڑے بُت نے توڑا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مجازاً اس فعل کو بڑے بُت کی طرف نسبت کیا کیونکہ اس کام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آمادہ کرنے والا یہی بُت تھا اور اس کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان کی قوم اس بُت کی بہت زیادہ تعظیم کرتی تھی اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی چور کی سزا میں اس کا ہاتھ کاٹ دے اور پھر کہے کہ میں نے نہیں کاٹا بلکہ تیرے اس عمل نے کاٹا ہے کیونکہ ہاتھ کاٹنے کا سبب اس کا عمل ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عملی طور پر بھی بتوں کو توڑنے کو بڑے بُت کی طرف منسوب کیا تھا جیسے کہ روایات میں ہے کہ جس تبر یا کلہاڑے سے ان کے بُت توڑے تھے، یہ کلہاڑا بت کے کاندھے پر یا اس کے ہاتھ میں رکھ دیا تھا کہ دیکھنے والے کو یہ خیال پیدا ہو کہ اس نے یہ کام کیا ہے اور قولاً اس کی طرف منسوب کیا تو یہ ایک اسناد مجازی ہے جیسے کہ عربی کا مشہور مقولہ انبت الربیع البقل اس کی معروف مثال ہے یعنی موسم ربیع کی بارش نے کھیتی اگائی ہے۔ اگرچہ اگانے والا درحقیقت اللہ تعالےٰ ہے مگر اس کے ایک ظاہری سبب کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے اور اس کو کوئی جھوٹ نہیں کہہ سکتا اسی طرح حضرت ابراہیم کا بڑے بُت کی طرف اس فعل کو عملاً اور قولاً منسوب کر دینا جھوٹ ہرگز نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول بل فعلہ کبیرھم

میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس فعل کو بڑے بُت کی طرف منسوب فرمایا اور یہ اسناد مجازی کے طور پر فرمایا تو اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے، اسی طرح تیسرے قول انی سقیم (کہ میں بیمار ہوں) کا لفظ ہے کیونکہ سقیم کا لفظ جس طرح ظاہری طور پر بیمار کے معنے میں آتا ہے اسی طرح رنجیدہ وغمگین و مضمحل ہونے کے معنے میں بھی بولا جاتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس دوسرے معنیٰ کے لحاظ سے انی سقیم فرمایا تھا۔ مخاطبوں نے اس کو بیماری کے معنے میں سمجھا اور اسی حدیث میں جو یہ الفاظ آئے ہیں کہ ان تین کذبات میں دو اللہ کی ذات کے لیے تھے یہ خود قرینہ تو یہ اس کا ہے کہ یہ کوئی گناہ کا کام نہ تھا ورنہ گناہ کا کام اللہ تعالیٰ کے لیے کرنے کا کوئی مطلب نہیں ہو سکتا اور گناہ کا کام نہ ہونا جبھی ہو سکتا ہے جبکہ وہ درحقیقت کذب نہ ہو بلکہ ایسا کلام ہو جس کے دو معنے ہو سکتے ہوں ایک قریبی، اور دوسرا بعیدی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تینوں اقوال ہی توریہ ہے۔

(۱) بل فعلہ کبیرھم میں اسناد مجازی ہے کہ بڑے بُت کی طرف دیگر بتوں کے توڑنے کی نسبت مجازاً کر دی ہے جیسے کہ سبزی کے اگانے کی نسبت مجازاً موسم بہار کی طرف کر دی جاتی ہے۔

(۲) اور انی سقیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوسرا معنے رنجیدہ اور مضمحل ہونا لیا ہے۔

(۳) اور حضرت ابراہیم کا حضرت سارہ کو بہن کہنے سے مراد اسلامی برادری کے لحاظ سے بہن ہے۔ اب ان تینوں اقوال میں کوئی معنے بھی جھوٹ جو گناہ کبیرہ ہے مراد نہیں ہے، خود اسی حدیث کی بعض روایتوں میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں

مامنها کذبۃ الاماحل بہا عن دین اللہ کہ ان میں سے کوئی جھوٹ ایسا نہیں ہے جو اللہ کے دین کی مدافعت اور حمایت میں نہ بولا گیا ہو ان الفاظ نے خود یہ واضح کر دیا ہے کہ یہاں کذب اپنے عام معنے سے جدا مفہوم رکھتا ہے (معارف القرآن ص۱۹۸ تا ص۲۰۰ ج ۶) غرضیکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان تین اقوال میں کوئی جھوٹ نہیں تھا بلکہ آپ نے اپنی کلام میں کنایہ اور توریہ کا استعمال کیا ہے جس میں ایسے الفاظ ذکر ہوتے ہیں جن کے دو مفہوم ہو سکیں، سننے والا اس سے ایک مفہوم سمجھے اور بولنے والے کی نیت دوسرے مفہوم کی ہو اس میں کذب بمعنے جھوٹ گناہ کبیرہ نہیں ہوتا کیونکہ کذب کے پانچ معنے ہیں ان میں سے حدیث میں وہ ہے جو بظاہر خلاف واقع نظر آتا ہے اگر غور کیا جائے تو واقع کے مطابق نظر آتا ہے۔ اگر جھوٹ بمعنے گناہ کبیرہ ہوتا تو یہ اللہ تعالے کے لیے نہ ہوتا اور نہ ہی اس میں دین کی حمایت ہوتی جب ان کذبات میں دین کی حمایت ہے تو ثابت ہوا کہ یہ کذبات بمعنے جھوٹ گناہ کبیرہ نہیں ہیں بلکہ یہ "توریہ" ہے جو کہ جائز ہے، علامہ زمخشری المتوفی ۵۳۸ھ حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ھ نے بھی لکھا ہے کہ حدیث ابوہریرہ میں جن تین کذبات ابراہیم کا ذکر ہے ان سے مراد توریہ اور تعریضات ہیں والمراد بالکذبات التعریضات والتوریۃ والصحیح ان الکذب حرام الا اذا عرض وورّی (تفسیر کشاف ص۲۴۴، ج ۳۔ تفسیر ابن کثیر ص۱۳ ج ۴۔ تفسیر مظہری ص۱۲۲ ج ۷، ۸) کہ کذب اور جھوٹ حرام ہے مگر جب تعریض اور توریہ کیا جائے تو جائز ہے۔ بہرصورت حدیث ابوہریرہ میں جن کذبات کا ذکر ہے اس سے مراد جھوٹ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ظاہری طور پر مذکورہ بات خلاف واقع نظر آتی ہے لیکن اگر سوچا جائے تو

بات واقع کے مطابق ہے اس کو کوئی بھی کذب بمعنے جھوٹ نہیں کہتا بلکہ اس کو کنایہ اور توریہ کہتے ہیں جو کہ تمام کے نزدیک جائز ہے۔ البتہ امام فخر الدین رازی نے اس حدیث کی صحت میں کلام کی ہے اور کہا کہ کذب کی نسبت حضرت ابراہیم کی طرف کرنے کی بجائے راویوں کی طرف کرنی چاہیے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین مومن تھے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین مومن و موحد تھے آپ کی والدہ کا نام متلی بنت نمر تھا اور والد گرامی کا نام تارخ بن نحور تھا، علامہ آلوسی بغدادی المتوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں وقال الزجاج لیس بین النسابین اختلاف فی ان اسم ابی ابراهیم تارح بتاء مثناة فوقیة والف بعدها راء مهملة مفتوحة وحاء مهملة ویروی بالخاء المعجمة واخرج ابن المنذر بسند صحیح عن ابن جریج ان اسمه تیرخ او تارخ، (روح المعانی صہ ۲۸۲ الجز ۷) اور زجاج نے کہا کہ علماء نسابین کے نزدیک اس میں اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام تارخ تھا اور ابن منذر نے ابن جریج سے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ آپ کا نام تیرخ یا تارخ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کے مومن ہونے پر بہت بڑی دلیل قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ ہے ربنا اغفر لی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب (پ ۱۳۔ سورۃ ع ۱۴) اے ہمارے رب بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ اور ان سب مومنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا اب اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والدین کے لیے دعا مغفرت کرنے کا ذکر ہے اگر آپ کے ماں باپ مومن نہ ہوتے تو ابراہیم علیہ السلام کبھی بھی ان کے لیے دعا مغفرت نہ کرتے ان کے لیے دعا مغفرت کرنا ان کے مؤمن ہونے پر کھلی دلیل ہے۔ صاحب "ضیاء القرآن" بحوالہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی

لکھتے ہیں کہ اس آیت سے پتہ چلتا ہے آپ کے والدین مسلمان تھے آپ کے والد کا نام تارخ تھا اور آزر آپ کا چچا تھا " اب " کا لفظ چچا پر عموماً بولا جاتا ہے لیکن والد کا لفظ حقیقی باپ کے لیے مخصوص ہے اس لیے یہاں ابوی کا لفظ ذکر نہیں کیا بلکہ والدی کا لفظ ذکر کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہاں حقیقی ماں باپ مراد ہیں اور مجازی باپ (چچا) دہ مقصود نہیں ہے اور وہ اس کا مستحق نہیں تھا کہ اس کے لیے طلب مغفرت کی جائے (ضیاء القرآن ص۵۲۲ ج ۲) ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں لِأبیہ سے مراد آزر ہے جو آپ کا چچا تھا۔ آپ کے والد کا نام تارخ تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد میں کوئی کافر نہ تھا۔ حضور سے بسند صحیح مروی کہ حضور نے فرمایا بعثت من خیر قرون بنی آدم قرناً فقرناً حتیٰ بعثت فی القرن الذی کنت فیہ رواہ البخاری فلا یمکن ان یکون کافراً فی سلسلۃ آبائہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ مجھے بنی آدم کے بہترین زمانہ میں مبعوث فرمایا گیا اس لیے ناممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد میں کوئی کافر گذرا ہو (ضیاء القرآن ص۲۶۹ ج ۲) صاحب تفسیر نعیمی والے زیر آیت (ربنا اغفرلی ولوالدی) لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا اپنے سگے والدین کے لیے مانگی تھی اور آزر آپ کا چچا تھا اس کے لیے ایک مرتبہ اس کی زندگی میں دعا مغفرت کی تھی اس سے آپ کو منع کیا گیا تھا

اور والدین کے لیے ممانعت نہیں ہوئی بلکہ ان کے لیے دعا مانگی ہے اور یہ دعا تعمیر کعبہ کے بعد آخری عمر میں مانگی ہے اس کے بعد ممانعت نہیں ہوئی ممانعت تو چچا آزر کے لیے دعا مانگی تھی اس کے بعد ہوئی ہے اور آزر کے لیے جو مغفرت کی دعا مانگی تھی یہ دعا نار نمرود سے پہلے مانگی تھی۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام

جوان تھے ابھی آپ نے عراق سے فلسطین کی طرف ہجرت بھی نہیں کی تھی اس سے آپ کو منع کیا گیا اور جو آپ نے والدین کے لیے دعا مانگی جس کا ذکر اس آیت ربنا اغفرلی ولوالدی میں ہے یہ بڑھاپے کی حالت میں تعمیر کعبہ کے بعد کی ہے جب آپ کو اللہ تعالےٰ نے اسماعیل اور اسحاق بیٹے عطا فرمائے۔ آپ نے اللہ تعالےٰ کا شکریہ ان الفاظ میں ادا کیا الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسماعیل واسحاق اور ساتھ ہی یہ بھی دعا کی ربنا اغفر لی ولوالدی اب اس دعا میں والدیّ فرمایا ہے ابویّ نہیں فرمایا اس سے مراد آپ کے والد تارخ اور والدہ متلی بنت نمر ہیں اور یہ دعا دونوں ماں باپ کے لیے ہے نہ کہ صرف چچا کے لیے اسی وجہ سے قرآن میں لفظ والدیّ ہے چچا کو والد نہیں کہا جاتا بلکہ اب کہا جاتا ہے قرآن نے جہاں بھی آزر کا ذکر کیا ہے وہاں صرف اب یا ابی واحد کا لفظ ذکر کیا ہے ابویّ کہہ کر ماں کو شامل نہیں کیا یہاں والدی میں والد اور والدہ دونوں کا ذکر ہے آپ کی والدہ کے مومنہ ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے یہاں اگر آزر کو والد کہا جاتا تو یہاں واحد ہوتا ماں کو شامل نہ کیا جاتا لیکن یہاں والدی کہہ کر دونوں ماں باپ مراد لیے ہیں کہ آپ کے والدین مومن ہیں اور جن لوگوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا میں والدیّ سے مراد حضرت آدم اور حوا ہیں انہوں نے سخت غلطی کی ہے کیونکہ لفظ والد اور والدہ سگے ماں، باپ پر بولے جاتے ہیں اور یہ لفظ ماں باپ کے لیے مخصوص ہیں والد، والدہ، ولد کا تعلق ولادت سے ہے، دادا، دادی، نانا نانی کو والد، والدہ نہیں کہا جاتا چنانچہ حضرت آدم اور حوا کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے سورہ اعراف آیت ۲۷ میں فرمایا ہے کما اخرج ابویکم من الجنۃ

بیاں لفظ ابوی کہا ہے والدی نہیں کہا اگر اس دعا میں حضرت حوا اور آدم مراد ہوتے تو یہاں بھی ابوی ہوتا جس سے ثابت ہوا کہ دعا میں حضرت آدم اور حوا مراد لینا غلط ہے بلکہ حضرت ابراہیم کے والدین مراد ہیں جو کہ مومن تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ الفاظ ولد، والد، والدہ منفرد معنے رکھتے ہیں ولد، نطفہ والی نسل، والد، نطفہ جلنے والا، والدہ نطفہ جننے والی، ان کا ایک ہی معنٰے ہے اور اب کا معنٰے مشترک ہے اس کا معنٰے مالک، والد، چچا، دادا، پڑدادا، نانا وغیرہ ہے اسی طرح ابن کا معنٰے بیٹا، غلام، خادم، داماد، بھتیجا، بھانجہ، جب اب کا لفظ کئی معنوں میں مشترک ہے اور اس کا چچا پر بھی اطلاق ہوتا ہے تو بایں وجہ آزر کے لیے لفظ اب استعمال کیا گیا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہے والد نہیں ہے اور والد کا لفظ چونکہ مخصوص المعنٰے ہے یہ وہاں بولا جائے گا جہاں مادہ ولادت ہو گا لہٰذا حضرت ابراہیم کے والد تارخ ہیں۔
بایں وجہ اس دعا میں والدی کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے ثابت ہوا کہ آپ کے والدین مومن تھے، درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا تعلق ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد سے ہے گویا کہ اس دعا میں یہ بتایا گیا ہے کہ جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد میں کوئی مشرک نہیں ہوا بلکہ تمام مؤمن موحد بلکہ عابد و زاہد ہوئے ہیں (تفسیر نعیمی صہ ۵۸۰ پ ۱۳)۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ھ زیر آیت (ربنا اغفرلی ولوالدی) لکھتے ہیں ھذہ الآیۃ تدل علی ان والدیہ علیہما السلام کانا مسلمین وانما کان آزر عمالہ وکان اسم ابی ابراھیم تارخ کما ذکرنا فی سورۃ البقرہ (تفسیر مظہری صہ ۲۷۹ ج ۵) کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والدین مسلمان تھے

اور آزر آپ کا چچا تھا اور حضرت ابراہیم کے والد کا نام تارخ تھا جیسے کہ ہم نے سورہ بقرہ میں ذکر کیا ہے۔ نیز انہوں نے کہا ہے کہ آیت کریمہ میں لفظ والدیؑ ہے ابوی نہیں ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ اس سے مراد آپ کے والدین کریمین ہیں جو کہ مومن، موحد اور مسلمان تھے۔ علامہ آلوسی بغدادی حضرت ابراہیم کے والد کے بارے میں اپنی تحقیق لکھتے ہوئے فرماتے ہیں والذی عول علیہ الجم الغفیر من اھل السنتہ ان آزر لم یکن والدًا ابراھیم علیہ السلام وادعوا انہ لیس فی آباء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافرا صلا لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات والمشرکون نجس اور جو بات جمہور اہلِ سنت کے نزدیک معتمد علیہ ہے وہ یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں تھا اور انہوں نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد میں کوئی بالکل کافر نہیں ہوا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں۔ (تفسیر روح المعانی صہ۲۸۳ الجزء السابع) جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد میں کوئی کافر اور مشرک نہیں تھا تو ثابت ہوا کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں تھا کیونکہ وہ مشرک تھا یہ آپ کا چچا تھا اور آپ کے والد حضرت تارخ تھے جو موحد اور مسلمان تھے۔

سوال:۔

حدیث پاک میں جو طاہرین اور طاہرات کے الفاظ آئے ہیں اس سے مراد کفر و شرک سے پاک ہونا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد سفاح (زنا) بے احتیاطی سے پاک ہونا مراد ہے تو اس سے آباؤ اجداد کا مومن ہونا ثابت نہ ہوا۔

جواب :۔

حدیث میں عموم مراد ہے یعنی وہ کفر و شرک سفاح وغیرہ سے پاک ہیں۔ کیونکہ تخصیص پر کوئی دلیل نہیں چنانچہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں وتخصیص الطہادۃ بالطہادۃ من السفاح لادلیل لہ یعول علیہ والعبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب کہ طہارت کی تخصیص سفاح کے ساتھ کرنے پر کوئی قابلِ اعتماد دلیل قائم نہیں ہو سکی اور اعتبار تو عموم الفاظ کا ہوتا ہے۔ خصوص سبب کا نہیں جب طاہرین اور طاہرات کے الفاظ عام ہیں تو عام مراد ہوگا کہ وہ کفر و شرک و نجاست سفاح وغیرہ سے پاک ہیں جب کفر و شرک سے پاک اور طاہر ہوئے تو مومن ہوئے ۔ علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ امام فخرالدین رازی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد (موحد، مومن) تھے نیز کہا کہ آزر حضرت ابراہیم کا والد نہیں تھا کیونکہ آزر کافر تھا اور انبیاء کے آباؤ اجداد میں کوئی کافر نہیں ہوا۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین اور دیکھتا ہے نمازیوں میں تمہارے دورے کو فالآیتہ دالتہ علیٰ ان جمیع آباء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانوا مسلمین ۔ پس آیت دلالت کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد مسلمان تھے (الرسائل العشر صد ۱۶۴)

غرضیکہ حضور پاک کے تمام آباؤ اجداد مسلمان تھے اور آزر آپ کا چچا ہے اور آپ کے والد تارخ ہیں ۔ علامہ زجاج نے کہا ہے کہ علماء نسابین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ ہے ۔ بہر صورت تحقیق یہ ہی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین مومن اور مسلمان تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب جو حضرت آدم تک ہے ان میں کوئی بھی کافر

اور مشرک نہیں ہوا بلکہ تمام موحد مومن بلکہ عابد و زاہد تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ سے نکاح کر لیا تو اللہ تعالٰے نے آپ کو بیٹا حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا فرمایا چونکہ ابھی تک حضرت سارہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم کو کہا کہ آپ ہاجرہ اور ان کے بچے اسماعیل کو یہاں سے کسی اور جگہ لے جاکر چھوڑ آؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بارے میں اپنے اللہ تعالٰے سے پوچھا تو اللہ کی طرف سے جواب ملا جیسے سارہ کہتی ہیں اسی طرح کرو اور ان کو فاران کی پہاڑیوں صفا و مروہ کے قریب چھوڑ آؤ۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عاشورہ کے دن اپنے گھر سے نکلے اور بوقت عصر مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کے پاس پہنچے اور حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کو یہاں ٹھہرایا اور ایک تھیلا کھجوروں کا اور ایک مشکیزہ پانی کا دیا اور آپ خود واپس ہوئے حضرت ہاجرہ نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو واپس جا رہے ہیں۔ عرض کی اے خلیل علیہ السلام کیا آپ ہم کو ویرانہ جنگل میں چھوڑے جا رہے ہیں جہاں نہ پانی ہے نہ سایہ ہے نہ کوئی مکان وغیرہ ہے آپ ہم کو کس کے سہارے چھوڑے جا رہے ہیں متعدد مرتبہ ہاجرہ نے یہ کلمات فرمائے لیکن حضرت ابراہیم نے کوئی جواب نہ دیا، حضرت ہاجرہ نے کہا کہ کیا آپ کو رب نے اس کا حکم دیا ہے اور کیا آپ ہم کو اللہ تعالٰے کے سہارے چھوڑے جا رہے ہیں تب آپ نے فرمایا ہاں حضرت ہاجرہ واپس لوٹ آئیں، کہا کہ اب ہم کو کوئی فکر و اندیشہ نہیں ہے۔ اللہ تعالٰے ہم کو ضائع نہیں فرمائے گا۔ تین چار دن اس پانی اور کھجوروں

کے ساتھ گذارا گیا پھر ختم ہونے کے بعد حضرت ہاجرہ کو فکر ہوا کیونکہ گرمی شدت سے پڑ رہی تھی، پانی قریب قریب تک نہیں تھا۔ حضرت اسماعیل بھی بھوک اور پیاس کی وجہ سے نڈھال ہو رہے تھے۔ حضرت ہاجرہ نے حضرت اسماعیل کو ایک جگہ لٹا دیا اور آپ کوہ صفا کی طرف دوڑیں، کوہ صفا پر چڑھ کر ارد گرد دیکھا کہ شاید کوئی آدمی آتا جاتا نظر آئے لیکن دور دور تک کوئی نظر نہیں آیا۔ پھر آپ وہاں سے اتر کر مروہ پر چڑھیں وہاں بھی نہ کوئی آدمی نظر آیا اور نہ کوئی گھر نظر آیا۔ اس طرح آپ نے سات چکر لگائے اور ہر چکر میں حضرت اسماعیل کو بھی دیکھ جاتی تھیں جب نیچی جگہ ہوتی تو حضرت اسماعیل نظر نہ آتے تب بے تاب ہو کر دوڑ پڑتی تھیں۔ آج یہ ہی سنت ہاجرہ جاری ہے۔ بوقت سعی تمام لوگ حج کرنے والے اس سنت ہاجرہ پر عمل کرتے ہیں اس کے ساتھ ہی سعی کی تکمیل ہوتی ہے جب ہاجرہ کا ساتواں چکر پورا ہوا تو آواز سنائی دی اور آپ نے آواز سنی تو حضرت اسماعیل کی طرف دوڑ پڑیں جب حضرت اسماعیل کے پاس پہنچیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ حضرت اسماعیل کے قدموں کی جگہ پانی کا چشمہ ابل رہا ہے آپ بے حد خوش ہوئیں اور ریت کی دیوار بنا کر چاروں طرف پانی کو حکم دیا زمزم زمزم۔ ٹھہر جا ٹھہر جا۔ حدیث پاک میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر حضرت ہاجرہ زمزم زمزم نہ فرماتیں تو یہ ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام تھے یہ حضرت سارہ کے شکم مقدس سے پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو ملک شام عطا فرمایا تھا۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کے آگے دو بیٹے تھے۔

(۱) حضرت عیص (۲) حضرت یعقوب

یہ دونوں ایک وقت پیدا ہوئے تھے ان کی والدہ کا نام حمصہ تھا حضرت عیص بہت امیر تھے ان کی اولاد کثرت سے ہوئی۔ دور دراز تک ان کی نسل پھیلی۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کنعان میں اقامت پذیر ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے جن کو اسباط بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی پہلی بیوی لیاد بنت لابان بن بتوال بن ناحور سے آپ کے چھ بیٹے ہوئے۔ (۱) روبیل (۲) لاوی (۳) شمعون (۴) یہودا (۵) زابلون (۶) یساخار، اور دو بیٹے زلفی سے ہوئے (۱) دان (۲) نفتانی، اور دو بیٹے بلہہ سے ہوئے (۱) غاد (۲) آشر اور دو راحیل بنت لابان سے ہوئے۔

(۱) بنیامین (۲) حضرت یوسف علیہ السلام، ان میں سے لاوی کی اولاد سے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے والد گرامی کا نام عمران بن قاہث بن لاوی تھا اور لاوی بن یعقوب کی اولاد سے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام بھی تھے، اور یہودا کی اولاد سے حضرت داؤد علیہ السلام تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کا نسب یہ ہے۔ داؤد بن ایشای بن عوبیذ بن بوعز بن سلمان بن نحشون بن عمیناذاب بن ارام بن حصرون بن فارص بن یہودا بن یعقوب۔ اور اس پر ابن حزم نے کلام کی ہے اور ابراہیم علیہ السلام کے تیسرے بیٹے مدین تھے ان کی والدہ کا نام قطورا تھا اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام مدین کی اولاد سے تھے۔

(جمہرۃ انساب العرب صد ۱۰۵)

حضرت اسماعیل علیہ السلام:

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام

کے فرزند ارجمند ہیں اور حضرت اسماعیل کا نسب یہ ہے اسماعیل بن ابراہیم بن تارخ بن ناحور بن سروج بن رعو بن فالج بن عابر بن ارفکشار بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشالح بن ادریس (علیہ السلام) بن یارد بن مہلل بن قینان بن انوش بن شیث (علیہ السلام) بن آدم علیہ السلام بعض علماء نے اس سلسلہ نسب میں عابر بن ارفکشاد کے ناموں میں ایک نام کا اضافہ کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے عابر بن شالخ بن ارفخشد (ارفکشاد) بن سام بن نوح جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ میں لاکر آباد کیا اور عرب کی زمین ان کو عطا فرمائی تھی۔ اب یہاں پانی بھی تھا یہاں سے ایک قبیلہ جرہم گذر رہا تھا انہوں نے ایک پرندہ دیکھا تو انہیں تعجب ہوا کہ بیابان اور جنگل میں پرندہ کیسے شاید کہیں پانی کا چشمہ نمودار ہوا ہو جستجو کی تو دیکھا کہ زمزم میں پانی موجود ہے یہ دیکھ کر ان لوگوں نے وہاں بسنے کی اجازت چاہی حضرت ہاجرہ نے اس شرط پر اجازت دی کہ پانی میں تمہارا حق نہیں ہوگا وہ لوگ وہاں بسے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو ان لوگوں نے آپ کا صلاح و تقویٰ دیکھ کر اپنے خاندان میں شادی کر دی اور حضرت ہاجرہ کا انتقال ہوگیا، بوقت انتقال ہاجرہ کی عمر نوے سال تھی اور سارہ کی عمر ۱۲۷ سال ہوئی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر / ۱۷۵ سال ہوئی ہے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی کل عمر / ۱۸۰ سال ہے اور حضرت اسماعیل کی کل / ۱۳۷ سال ہوئی ہے۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی والدہ کے پہلو میں مطاف کعبہ کے اندر مدفون ہوگئے۔

حضرت اسماعیل کی اولاد :

حضرت اسماعیل کے بارہ بیٹے تھے۔ (۱) نبیت (۲) ادبیل (۳) مبسام (۴) دومتہ (۵) سمعا (۶) مشا (۷) حدر (۸) تیمہ (۹) وطور (۱۰) نفیس (۱۱) قدمتہ (۱۲) قیدار۔ یہ بارہ اپنی اپنی امتوں کے رئیس تھے۔

قیدار بن اسماعیل علیہ السلام :

حضرت قیدار بن اسماعیل بہت ہی نامور ہوئے ہیں۔ ان کی اولاد خاص مکہ مکرمہ میں ہی آباد رہی ہے، اور قیدار کی اولاد سے عدنان ہوئے ہیں۔

عدنان :

عدنان کے باپ کا نام اُدّد ہے اور ان کا سلسلہ نسب یہ ہے عدنان بن ادد بن ہمیسع بن سلامان بن عوص بن بوز بن قموال بن ابی بن عوام بن ناشد بن حزا بن بلداس بن یدلاف بن طابخ بن جاحم بن ناحش بن ماخی بن عیفی بن عبقر بن عبید بن الدعا بن حمدان بن سنبر بن یثربی بن یحزن بن یلحن بن ارعوی بن عیفی بن دیشان بن عیصر بن اقناد بن ایہام بن مقصر بن ناحث بن زارح بن سمی بن مزی بن عوض بن عرام بن قیدار بن اسماعیل (علیہ السلام)

عدنان نہایت اولعزم شخص ہوئے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں اکیسویں پشت میں ہیں۔ ان کا من جانب اللہ محترم ہونا اس طرح ثابت ہے کہ بخت نصر نے جب عرب پر پہلا حملہ کیا تب ارمیا اور برخیا علیہما السلام نے بخت نصر کو بتا دیا تھا کہ وہ عدنان پر حملہ نہ کرے۔ دیگر قبائل پر حملہ کرنے کی

اسے اجازت ہے۔ بخت نصر نے عدنان کو چھوڑ کر دیگر قبائل پر حملہ کیا اور ان کو اسیر کر کے لے گیا اور وادی فرات پر جا کر آباد کیا، اور عدنان کے دو بیٹے تھے
(۱) مک۔ انہوں نے حجاز سے اٹھ کر یمن میں اپنی سلطنت قائم کی تھی۔
(۲) معدان کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب میں آتا ہے۔

معد بن عدنان:

بخت نصر نے جب عرب پر دوسرا حملہ کیا تو بنو عدنان یمن چلے گئے تھے مگر حضرت معد کو حضرت یرمیاہ اپنے ساتھ شام لے گئے تھے جب عرب سے بخت نصر کا اقتدار ختم ہو گیا تب معد عرب میں واپس آ گئے انہوں نے بنو جرہم کے خاندان کی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ صرف جرہم بن جلہم باقی ہے تب انہوں نے اس کی لڑکی سے شادی کی جس سے نزار پیدا ہوئے۔ قاضی محمد سلیمان منصورپوری رحمۃ اللعالمین میں لکھتے ہیں کہ عیسائی محققین کی تحقیقات میں حضرت یرمیاہ (ارمیاہ) علیہ السلام کا زمانہ/ ۵۸۸ سال قبل مسیح ہے چونکہ معد بن عدنان حضرت یرمیاہ کے معاصر تھے اس لیے ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عدنان کے درمیان/ ۱۱۵۸ سال کا زمانہ ہے
علامہ ابن حزم اندلسی لکھتے ہیں کہ معد بن عدنان کے تین بیٹے تھے۔
(۱) نزار بن معد (۲) ایاد بن معد (۳) قنص بن معد۔

نزار بن معد:

نزار کا نام عمود نسب نبوی میں آتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا نسب بھی حضرت نزار سے جا ملتا ہے۔ چنانچہ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے،

احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد بن ادریس بن عبداللہ بن حیان بن عبداللہ بن انس بن عون بن قاسط بن مازن بن شیبان بن ذھل بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل بن قاسط بن ہنب بن اقصی بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار بن معد بن عدنان حافظ ابن جوزی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں کہ آگے نزار کے چار لڑکے تھے۔

(۱) مضر بن نزار (۲) ربیعہ بن نزار (۳) ایاد بن نزار (۴) انمار بن نزار۔

تمام قبائل عرب ان چار کی اولاد سے ہیں۔ مضر و ربیعہ کی نسل وسط عرب میں انمار کی اولاد نجد اور اطراف حجاز میں اور ایاد کی اولاد ثغور و اطراف میں پائی جاتی ہے۔ نزار نے اپنی وفات سے پہلے مضر کو اونٹ اور سرخ خیمہ اور ربیعہ کو اسپ و سلاح اور ایاد کو بھیڑ بکری اور انمار کو حمار تقسیم کر دیے تھے مضر اور ایاد کی والدہ سودہ بنت عک ہے اور ربیعہ و انمار کی والدہ ضالہ بنت دحلان جرہمی ہے۔ اور نزار بن معد کے چاروں بیٹے نہایت ذہین عقلمند اور سمجھ دار تھے۔ چنانچہ علامہ میبری المتوفی ۸۰۸ھ نے بحوالہ حافظ ابن جوزی تفصیل سے لکھا ہے کہ نزار بن معد کے چار لڑکے تھے (۱) مضر (۲) ربیعہ (۳) ایاد (۴) انمار۔ جب نزار فوت ہونے لگے تو انہوں نے اپنا مال و دولت وغیرہ چاروں میں تقسیم کر دیا اور انہوں نے مال کی تقسیم کا ایک انوکھا طرز اپنایا اپنے ان چاروں بیٹوں کو بلا کر کہا کہ یہ جو سرخ خیمہ ہے یا اس قسم کا جو بھی مال ہو مضر تمہارا ہے اور یہ جو سیاہ خیمہ ہے اور جو اس کے مشابہ حال ہو وہ ربیعہ کا ہے اور یہ خادم و نوکر اور جو اس کے مشابہ حال ہو ایاد کے لیے ہے اور یہ تھیلی اور نشست گاہ انمار کے لیے ہے ثم قال لهم ان اشكل عليكم الامر فى ذالك واختلفتم فى القسمة فعليكم بالافعى بن الافعى الجرهمى

پھر نزار نے ان کو کہا اگر تم لوگوں کو کسی معاملہ میں مشکل پیش آئے یا کسی بات میں اختلاف ہونے لگے تو تم افعیٰ بن افصیٰ الجرہمی کے پاس جا کر فیصلہ کرالیں۔ چنانچہ نزار فوت ہو گئے تو ان بھائیوں میں اختلاف ہو گیا تو انہوں نے افعیٰ بن افصیٰ شاہ نجران کے پاس جانے کا ارادہ کر لیا چنانچہ جب یہ گئے تو راستہ ہی مضر نے دیکھا کہ ایک گھاس چرا ہوا ہے، تو مضر نے کہا کہ جو اونٹ اس گھاس میں چرا ہے وہ کانا ہے، ربیعہ نے کہا نہیں یہ تو ٹیڑھا اور سینے کا پتلا ہے۔ ایاد نے کہا نہیں یہ تو دُم کٹا ہے۔ انمار نے کہا نہیں یہ تو شرود لعنی بدکتا ہے جب یہ آگے چلے تو ان کی ایک آدمی سے ملاقات ہو گئی تو انہوں نے اس آدمی سے اونٹ کے سلسلے میں فیصلہ کرانا چاہا کہ یہ اونٹ کیسا ہے۔ چار بھائیوں نے اپنا اپنا خیال اور نظریہ بیان کیا مضر کہنے لگا کہ وہ کانا ہے اس آدمی نے کہا کہ مضر تم صحیح کہتے ہو ربیعہ نے کہا وہ ٹیڑھا اور سینے کا پتلا ہے اس آدمی نے کہا یہ بھی صحیح ہے ایاد نے کہا کہ وہ دم کٹا ہے اس آدمی نے کہا یہ بھی ٹھیک ہے انمار نے کہا کہ وہ بدکتا ہے اس آدمی نے کہا کہ یہ بھی ٹھیک ہے اس کے بعد اس آدمی نے کہا کہ جس اونٹ کے یہ اوصاف ہیں وہ تو میرا ہے یہ سنتے ہی تمام بھائیوں نے قسم اٹھالی کہ ہم نے تو کوئی اونٹ دیکھا نہیں آخر کار ان تمام بھائیوں کے انکار کے باوجود اس آدمی نے ان کا پیچھا نہیں چھوڑا ان کے پیچھے لگا رہا۔ یہاں تک کہ یہ نجران آگئے اور پھر تمام شاہ نجران افصیٰ بن افعیٰ جرہمی کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو وہ شخص جو اونٹ کی تلاش میں تھا اس نے بادشاہ کو کہا کہ ان لوگوں نے میرا اونٹ دیکھا ہے نیز ان لوگوں نے میرے سامنے اونٹ کے اوصاف بھی بیان کیے ہیں لیکن یہ لوگ پتہ نہیں بتاتے کہ وہ کہاں ہے اتنے ہی ان تمام بھائیوں نے یہ کہا کہ بادشاہ معظم ہم نے اس کے اونٹ کو نہیں دیکھا

تو اس کے اوصاف کیسے بیان کیے تو سب سے پہلے مضر نے کہا کہ میں نے جب گھاس دیکھا ایک طرف چرا ہوا ہے اور ایک طرف چھوڑا ہوا ہے تو میں نے سمجھا کہ اونٹ کانا ہے، ربیعہ نے کہا کہ سب مجھے اونٹ کے ایک ہاتھ میں کمزوری محسوس ہوئی ہے تو میں نے سمجھا کہ اس نے بڑے اور سینے کے پتلے ہونے کی وجہ سے جفتی کرتے وقت ایک ہاتھ کمزور کر لیا ہے۔ اور ایاد نے کہا کہ میں اس کی لعرات (مینگنیاں) یکجا پڑی ہوئی دیکھی ہیں تو میں نے سمجھا کہ وہ دم کٹا ہے۔ اگر وہ دم کٹا نہ ہوتا تو وہ دم مارتا تو مینگنیاں بکھری ہوئی ہوتیں، اور انمار نے کہا وہ گھاس چرتے ہوئے ڈھال دار زمین کی طرف مڑ گیا ہے۔ تو میں نے سمجھا کہ وہ بدکتا ہے تو شاہ نجران نے اس اونٹ والے کو کہا کہ یہ لوگ تمہارے اونٹ کو نہیں جانتے جاؤ تم تلاش کرو پھر شاہ نجران ان کی طرف متوجہ ہوا کہا آپ لوگ کون ہیں میں تم لوگوں سے واقف نہیں ہوں۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنا تعارف کرایا یہ سنتے ہی شاہ نجران نے ان کو خوش آمدید کہا اور ان کے کھانے پینے کا انتظام کیا، جب یہ کھانے پینے سے فارغ ہوئے تو مضر نے کہا کہ آج کی شراب تو بہت عمدہ ہے ایسی میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ کاش کہ یہ قبرستان کی نہ ہوتی، ربیعہ نے کہا کہ گوشت تو بہترین تھا لیکن جس جانور کا گوشت ہے اس کو کتیا کا دودھ پلایا گیا ہے۔ ایاد نے کہا کہ آج کی طرح کسی آدمی کو رات میں زیادہ چلنے والا میں نے نہیں دیکھا کاش کہ یہ اپنے اس باپ کا بیٹا ہوتا جس کی طرف یہ منسوب ہے انمار نے کہا کہ میں نے آج کی طرح اتنی بہترین روٹیاں نہیں کھائیں بشرطیکہ اس آٹے کو حائضہ عورت نہ گوندھتی شاہ نجران نے اس سے پہلے عقل مندی کا ثبوت دیتے ہوئے ان لوگوں کے پاس اپنا ایک وکیل بنا کر بھیج دیا تھا۔ چنانچہ وہ ان سب لوگوں کی گفتگو سنتا رہا پھر

اس نے شاہ نجران کو ان لوگوں کی ساری گفتگو کی اطلاع دی کہ ان لوگوں نے کھانا کھانے کے بعد اس قسم کی گفتگو کی ہے تو شاہ نجران نے ان باتوں کی تحقیق کے لیے شراب والے کو بلا کر کہا کہ تم نے کیسی شراب بنائی ہے اس نے کہا کہ وہ ایسے انگوروں کی شراب ہے جن کو تمہارے باپ کی قبر پر لگایا گیا تھا پھر گوشت والے کو بلایا اس سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے ایسی بکری کا گوشت دیا ہے جس کو کتیا کا دودھ پلایا گیا تھا اور اس سے موٹی بکری ہمارے پاس کوئی اور نہیں تھی۔ پھر شاہ نجران نے اس لونڈی سے پوچھا جس نے روٹیاں پکائی تھیں کہ تم نے کس حالت میں روٹیاں پکائی تھیں وہ کہنے لگی کہ میں حالت حیض میں ہوں پھر بادشاہ اپنی ماں کے پاس گیا اس سے اپنے باپ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ میں ایک ایسے بادشاہ کے نکاح میں تھی جس سے کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی تو میں نے ایک دوسرے آدمی کے ساتھ مباشرت کی جس سے یہ اولاد ہوئی۔ جب بادشاہ نے تحقیق کر لی تو بادشاہ ان لوگوں کی گفتگو سے حیران ہوا اور اپنے وکیل کو کہا ان سے پوچھو کہ تم لوگوں کو ان باتوں کا کیسے علم ہوا تو وکیل نے جب پوچھا تو پہلے مضر نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ دراصل میں شراب کی اس حقیقت سے وہ ایسے انگوروں سے بنائی گئی ہے جسے قبروں پر لگایا تھا اس لیے واقف ہوا ہوں کہ شراب کی خاصیت یہ ہے کہ شراب پینے کے بعد تمام قسم کے غم دور ہو جاتے ہیں لیکن اس شراب کو پیا تو غم دور نہیں ہوا، بلکہ اور غم کا احساس ہونے لگا، ربیعہ نے کہا کہ میں گوشت کی حقیقت سے وہ کسی ایسی بکری کا گوشت ہے جس نے کتیا کا دودھ پیا ہے اس لیے واقف ہو گیا کہ ہر قسم کے گوشت کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ چربی گوشت کے اوپر ہوتی ہے سوائے کتوں کے گوشت کے کہ ان کی چربی گوشت کے اندر کے حصہ میں

ہوتی ہے چنانچہ جب ہم نے گوشت کھایا تو اس گوشت کی تمام گوشتوں کے برعکس کیفیت تھی اس لیے میں نے پہچان لیا کہ یہ کسی ایسی بکری کا گوشت ہے جس کو کتیا نے دودھ پلایا ہے ایاد نے کہا کہ باپ کی حقیقت سے میں اس لیے واقف ہو گیا کہ انہوں نے کھانا تیار کرا کر ہمارے لیے بھیج دیا ہے لیکن انہوں نے خود ہمارے ساتھ کھانا نہیں کھایا تو میں نے اندازہ لگایا کہ ان کے والد تو اس طرح نہیں تھے اور نہ ہی ان کے ایسے اخلاق تھے۔ انمار نے کہا یہ روٹیاں حائضہ عورت کے ہاتھ گوندھی ہوئی ہیں اس سلسلے میں اس لیے واقف ہو گیا کہ صورت یہ ہوتی ہے جب روٹی کے ٹکڑے بنا لیے جاتے ہیں تو کھاتے وقت ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ یہاں ان روٹیوں کا حال دوسرا تھا تو میں نے یہ سمجھا کہ آٹے کو کسی حائضہ عورت نے گوندھا ہے۔ وکیل نے یہ سب باتیں شاہ نجران کو بتائیں تو شاہ نجران ان کے پاس آیا اور کہا کہ تم کس مطلب کے لیے آئے ہو تو انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا اور اپنے باپ (نزار بن معد) کی وصیت کا بھی ذکر کیا اور یہ بھی ذکر کیا کہ ہمارے باپ نے کہا کہ اگر کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اس کا فیصلہ آپ سے کرائیں پھر ان لوگوں نے اپنا اختلافی مسئلہ وراثت کے بارے میں شاہ نجران کے سامنے پیش کر دیا تو شاہ نجران نے جواب دیا کہ جو مال سرخ خیمہ کے قسم سے ہو وہ مضر کا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حصہ میں دینار اور اونٹ وغیرہ بھی آ جائیں گے اس لیے کہ دینار تو سرخ ہوتے ہیں اور بعض اونٹ بھی سرخ رنگ کے ہوتے ہیں جن کا شمار اچھے قسم کے مالوں میں ہوتا ہے اور جو سیاہ خیمہ اور اس کے مشابہ قسم کا مال ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دیگر جانور اور مال گھوڑے وغیرہ ربیعہ

کے ہیں اس لیے کہ بعض گھوڑے سیاہ بھی ہوتے ہیں اور جو مال خادم (لونڈی) کے مشابہ ہو اور خادم کھچڑی بالوں جیسا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مویشی جانور اور چتکبرے گھوڑے وغیرہ ایاد کے ہیں اور باقی دراہم اور زمین انمار کے لیے ہیں فارد وامن عندہ علیٰ ذالک پس وہ یہ فیصلہ سن کر افعیٰ (شاہ نجران) کے پاس سے چلے آئے۔ (حیات الحیوان صلا۳ ج ۱)

مضر بن نزار:

بنو عدنان میں سے حجاز میں یہی سب سے بڑھ کر صاحب دولت و ثروت تھے۔ باپ نے تقسیم کے وقت تمام سرخ رنگ کی چیزیں، سرخ خیمہ، سرخ دینار، سرخ اونٹ وغیرہ ان کو دی تھیں اس لیے ان کا نام مضر الحمراء مشہور ہے اونٹوں کے لیے حدی ان کی ایجاد ہے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد موحد و مومن تھے اسی طرح مضر بھی موحد و مومن اور دین حنیف پر تھے۔ اور مضر کے دو لڑکے تھے (۱) الیاس بن مضر (۲) قیس عیلان بن مضر، ان دونوں کی والدہ کا نام اسمیٰ بنت سود بن اسلم بن الحارث بن قضاعہ ہے۔

الیاس بن مضر:

الیاس کی کنیت ابو عمرو تھی جب یہ فوت ہو گئے تو ان کی بیوی نے اتنا غم کیا کہ پھر تمام عمر سائے میں نہ بیٹھی۔ ان کا لقب کبیر قوم تھا ان کے تین لڑکے تھے (۱) مدرکہ (عامر) (۲) عمرو (طابخہ) (۳) عمیر (قمعہ) ان کی والدہ کا نام خندف تھا جو کہ بنو قضاعہ سے تھیں۔

مدرکہ بن الیاس:

آگے مدرکہ کے تین لڑکے تھے (۱) خزیمہ بن مدرکہ (۲) ھذیل بن مدرکہ (۳) غالب بن مدرکہ۔

خزیمہ بن مدرکہ:

خزیمہ بن مدرکہ نے اپنے پیچھے تین بیٹے چھوڑے تھے (۱) کنانہ بن خزیمہ (۲) اسد بن خزیمہ (۳) ہون بن خزیمہ۔

کنانہ بن خزیمہ:

کنانہ بن خزیمہ نے اپنے پیچھے چار بیٹے چھوڑے تھے (۱) نضر بن کنانہ (۲) ملک بن کنانہ (۳) ملکان بن کنانہ (۴) عبد منات۔

نضر بن کنانہ:

نضر بن کنانہ نے اپنے پیچھے دو بیٹے چھوڑے تھے۔ (۱) مالک بن نضر (۲) یخلد بن نضر۔ اور اس یخلد بن نضر کا ایک لڑکا بدر بن یخلد تھا اور اس بدر کی طرف مقام بدر نسبت ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا مقابلہ قریش مکہ کے ساتھ ہوا تھا اور اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح و نصرت عطا فرمائی تھی اور قریش مکہ کو شکست فاش ہوئی تھی۔

مالک بن نضر:

مالک بن نضر کے دو بیٹے تھے (۱) فہر بن مالک (۲) صلت بن مالک

فہر بن مالک :

حضرت فہر بن مالک بڑے نامی گرامی ہوئے ہیں۔ آپ کا لقب قریش ہے یہ عرب کے سردار تھے ان کا ہم عصر حسان بن عبد کلال حمیری تھا اس نے ارادہ کیا کہ کعبہ کے پتھر اٹھا کر یمن میں لے جائے تاکہ حج کے لیے وہاں کعبہ بنایا جائے جب وہ اس ارادے سے قوم حمیر وغیرہ کو لے کر یمن سے آیا اور مکہ مکرمہ سے ایک منزل پر مقام نخلہ میں قیام کیا تو فہر (قریش) نے قبائل عرب کو جمع کر کے اس کا مقابلہ کیا قوم حمیر کو شکست فاش ہوئی، اور حسان گرفتار ہوا اور تین سال کے بعد فدیہ دے کر رہا ہوا۔ اس واقعہ سے فہر (قریش) کی ہیبت و عظمت کا سکہ اہل عرب کے دلوں پر بیٹھ گیا اور آپ کو بہادری کی وجہ سے قریش کہا جانے لگا نیز قریش کی وجہ تسمیہ ہم "حسب و نسب" جلد سوم میں ذکر کر چکے ہیں، اور فہر بن مالک نے اپنے پیچھے تین بیٹے چھوڑے ہیں (۱) غالب بن فہر (۲) محارب بن فہر (۳) حارث بن فہر۔

غالب بن فہر (قریش) :۔

غالب بن فہر صاحب شرافت تھا۔ اس نے اپنے پیچھے تین بیٹے چھوڑے ہیں (۱) لوی بن غالب (۲) تیم بن غالب (۳) قیس بن غالب۔

لوی بن غالب :۔

لوی بن غالب صاحب شرافت تھے اور انہوں نے اپنے پیچھے چھ بیٹے چھوڑے ہیں۔ (۱) کعب بن لوی (۲) عامر بن لوی، (۳) سامر بن لوی (۴) سعد بن لوی (۵) عوف بن لوی (۶) حارث بن لوی اس حارث کو جشم بھی کہتے ہیں۔

کعب بن لوی :۔

کعب بن لوی صاحب شرف بھی ہیں اور ان کی آگے اولاد کثرت سے ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے پیچھے پانچ بیٹے چھوڑے ہیں (۱) مُرہ بن کعب (۲) عدی بن کعب (۳) ھصیص بن کعب (۴) سہم بن کعب (۵) جمح بن کعب، اور ان میں سے عدی بن کعب کا لڑکا زراح ہے ان کی نسل سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ دوم ہوئے ہیں، حافظ ابن کثیر نے ان کا سلسلہ نسب یہ لکھا ہے۔ عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (قریش)

(البدایہ والنہایہ صہ۱۳۳ ج ۷)

مرہ بن کعب :۔

مرہ بن کعب کی کنیت ابو یقظہ ہے۔ انہوں نے اپنے پیچھے تین بیٹے چھوڑے ہیں (۱) کلاب بن مرہ (۲) تیم بن مرہ (۳) یقظہ بن مرہ، ان میں سے تیم بن مرہ کی نسل سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول ہیں چنانچہ ان کا نسب یہ ہے ابو بکر (عبداللہ) بن عثمان (ابو قحافہ) بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (قریش)

کلاب بن مرہ :۔

کلاب کا نام حکیم تھا اور کنیت ابو زہرہ اور انہوں نے شکاری کتے زیادہ پال رکھے تھے۔ بایں وجہ ان کا لقب کلاب ہوگیا۔ ان کے دو بیٹے تھے (۱) قصی بن کلاب (۲) زہرہ بن کلاب اور آگے زہرہ بن کلاب کے دو بیٹے تھے (۱) حارث (۲) عبدمناف، اور عبدمناف بن زہرہ کے دو بیٹے تھے۔ (۱) وہب (۲) وہیب اور وہب کی صاحبزادی سیدہ آمنہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ ہیں اور وہب کا لڑکا عبد یغوث بن وہب ہے اور عبد یغوث کے دو لڑکے تھے (۱) ارقم (۲) اسود، اور ارقم بن عبد یغوث کا لڑکا عبداللہ صحابی تھا۔ (۱) اور اسود بن عبد یغوث کافر مرا ہے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ استہزا کیا کرتا تھا اور اس کا لڑکا عبدالرحمٰن بن اسود صحابی تھا اور وہیب بن مناف بن زہرہ کے دو لڑکے تھے (۱) نوفل (۲) مالک (ابو وقاص) تھے اور ایک لڑکی ہالہ تھی یہ ہالہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی ماں ہے اور نوفل بن وہیب کا لڑکا مخرمہ ہے۔ یہ صحابی ہے اور مولفۃ القلوب سے تھا اور اس کا آگے لڑکا مسور بن مخرمہ ہے اور مالک ابو وقاص بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ کے متعدد لڑکے ہیں (۱) سعد بن ابی وقاص (۲) عمیر بن ابی وقاص (۳) عمارہ بن ابی وقاص (۴) عامر بن ابی وقاص (۵) عتبہ بن ابی وقاص۔ ان میں سے عمیر بن ابی وقاص مسلمان ہو گیا اور بدر میں شہید ہوا اور اس کی عمر سولہ سال تھی اور عامر بن ابی وقاص نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور عتبہ بن ابی وقاص نے جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وار کی تھی اور حضور پاک زخمی ہو گئے تھے۔ یہ کافر مرا ہے اور سعد بن وقاص کا آگے لڑکا عمرو بن سعد ہوا ہے۔ یہ امام حسین کا قاتل ہے اس کو مختار ثقفی نے قتل کیا تھا نیز مختار ثقفی نے عمرو بن سعد کے لڑکے حفص بن عمرو کو قتل کیا تھا۔

قصی بن کلاب:

قصی کا اصلی نام زید ہے یہ ابھی ماں کی گود میں تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا اور ماں نے دوسرا نکاح ربیعہ بن حرام العذری سے کر لیا اس کا قبیلہ شام کی سرحد پر رہتا تھا قصی نے ماں کے پاس وہیں پرورش پائی

جب جوان ہوئے تو واپس مکہ مکرمہ آ گئے۔ زہرہ ان کے بڑے بھائی تھے ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں قصی کی آواز کو باپ کی آواز کے مشابہ پاکر انہوں نے قصی کو اپنا بھائی تسلیم کر لیا اور جائیداد تقسیم کر دی ان دنوں مکہ پر بنو خزاعہ کی حکومت تھی حلیل سردار مکہ نے اپنی بیٹی مسماۃ حبی قصی سے بیاہ دی اور جہیز میں تولیت بیت اللہ کا حق بیٹی کو عطا کیا اور ابو عبشان کو بیٹی کا وکیل مقرر کیا۔ حلیل کے مرجانے کے بعد ابو عبشان نے حق وکالت قصی کے پاس شراب کے ایک مشکیزے کے بدلے فروخت کر دیا اور اس طرح قصی کا قبضہ بیت اللہ پر ہوا بنو خزاعہ نے اس فروخت کو صحیح تسلیم نہ کیا اور قصی کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ دونوں جانب سے لوگ قتل ہوئے۔ آخر یعمر بن عوف کو فریقین نے اپنا منصف مان لیا۔ یعمر نے فیصلہ کیا کہ بنو خزاعہ کے جتنے آدمی مارے گئے ہیں قصی ان سب کا خون بہا دے بنو خزاعہ شہر کی حکومت چھوڑ کر مکہ سے باہر چلے جائیں۔ آئندہ حکومت قصی کرے۔ اس فیصلہ پر عمل ہوا شہر پر حکومت ہو جانے کے بعد قصی نے اولاد فہر (قریش) کو ہر جگہ سے طلب کیا اور مکہ مکرمہ میں آباد ہونے کی ترغیب دی۔ اس وقت اولاد فہر (قریش) کی بارہ شاخیں ہو گئی تھیں قصی کی کوشش سے وہ سب مکہ مکرمہ میں آ بسے اور قریش (اولاد فہر) کی عزت سارے ملک میں مسلم ہو گئی، قصی کو قصی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ بچپن میں اپنے وطن سے دور جا پڑے تھے اور ان کو مجمع اس لیے کہتے ہیں کہ انہوں قبائل قریش کو پھر مکہ میں جمع کیا تھا قصی نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ ایک کمیٹی گھر (دارالندوہ CONSULTATION HOUSE) قائم کیا مزدلفہ پر روشنی قائم کی تاکہ عرفات نظر آئے ایام حج میں غریب حاجیوں کے لیے کھانے پینے کا انتظام کیا کعبہ کے متعلق امور کو احسن طریقہ

سے سرانجام دینا شروع کیا بڑی مدت سے کے بعد کعبہ پر اولاد اسماعیل علیہ السلام کا قبضہ ہوا تھا کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد بیت اللہ پر بنو جرہم کا قبضہ ہو گیا تھا۔ بنو جرہم حضرت اسماعیل کے سسرال تھے۔ مدیوں تک انہی کی حکومت مکہ پر اور بیت اللہ پر قبضہ رہا پھر عمالقہ کا قبضہ ہوا ان کے بعد پھر بنو جرہم نے قبضہ لے لیا جب وہ ظلم کرنے لگے تو عمرو بن لحی خزاعی نے جو بنو جرہم کا ہمشیرہ زاد تھا ان کو مکہ سے نکال دیا۔ بنو جرہم کا ظلم تو جاتا رہا مگر عمرو بن لحی نے یہ ظلم کیا کہ اس نے ۲۰۷ء عیسوی میں بت پرستی کو رواج دیا وہ اس طرح کہ اس نے شام میں عمالقہ کو بت پرستی کرتے دیکھا تھا اور سنا تھا کہ ان بتوں کے طفیل سے ان کی مرادیں پوری ہوتی ہیں اس لیے وہاں سے ایک بت مانگ کر اٹھا لایا تھا۔ اس بت کا نام ہبل تھا اس بُت کو خانہ کعبہ کے اوپر نصب کر دیا تھا آخر میں اللہ تعالٰے نے حضرت اسماعیل کی اولاد پر نظرِ عنایت فرمائی تو قصی کے وقت میں خانہ کعبہ کی تولیت تقریباً ۴۴۰ء میں ان کو عطا فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ مبارک میں بیت اللہ کو قبلہ ہونے کا شرف ملا اور سب بت باہر پھینک دیے گئے اور قصی کے چار بیٹے تھے (۱) عبدمناف (۲) عبدالعزیٰ (۳) عبدالدار (۴) عبد۔ اور عبد جو چھوٹا بیٹا تھا اس کی آگے نسل نہیں چلی اور عبدالدار سے عثمان بن طلحہ کا نسب جا ملتا ہے جس کو نبی پاک نے کعبہ کی چابیاں دی تھیں۔ عثمان بن طلحہ کا سلسلہ نسب یہ ہے عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ (عبداللہ) بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی ہے اور عبدالعزیٰ بن قصی کا لڑکا اسد ہے اور اسد کے چھ لڑکے تھے (۱) حارث (۲) حویرث (۳) حبیب (۴) المطلب (۵) نوفل (۶) خویلد اور خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کے تین لڑکے تھے (۱) عوام بن

خویلد (۲) حزام بن خویلد (۳) نوفل بن خویلد اور تین لڑکیاں تھیں (۱) خدیجہ بنت خویلد (۲) ہالہ بنت خویلد (۳) رقیقہ بنت خویلد۔ ادر آگے عوام بن خویلد کے لڑکے زبیر بن عوام ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حواری ہیں اور عشرہ مبشرہ سے ہیں اور حزام بن خویلد کا لڑکا حکیم بن حزام ہے اور حکیم صحابی ہے اور نوفل بن خویلد کو اسد قریش کہا جاتا ہے اور نوفل کی ماں قبیلہ عدی بن خزاعہ سے تھی اور نوفل بن خویلد کو جنگ بدر میں حضرت علی اسد اللہ کرم اللہ وجہہ، نے قتل کیا تھا، اور خدیجہ بنت خویلد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کیا تھا اور تمام سے پہلے اسلام قبول کیا اور ام المومنین کے نام سے مشرف ہوئیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم کے اُن کے بطن اطہر سے ہوئی اور ہالہ بنت خویلد کے لڑکے ابوالعاص بن ربیع ہیں جو کہ رسول اللہ کے داماد ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بڑی بیٹی حضرت زینب کا نکاح ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ کیا تھا ان کے نسب کا ذکر آگے آرہا ہے۔

عبدمناف بن قصی :

حضرت عبدمناف اپنے تمام بھائیوں سے اشرف و محترم تھے یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد رابع ہیں ان کا اصلی نام مغیرہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی جھلک ان کی پیشانی میں ایسی تھی کہ ان کو قمر البطحا یعنی مکہ مکرمہ کا چاند کہا کرتے تھے ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں کسی شاعر کے چند اشعار سنائے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے ؎

ادگٹھڑی اٹھا کر جانے والے تو عبد مناف والوں کے ہاں کیوں نہ جا اترا
اگر وہاں چلا جاتا تو تیری ناداری و تنگ دستی کو وہ دور کر دیتے وہ تو امیر و غریب
سے یکساں سلوک کرتے ہیں اور فقیر و محتاج کو غنی کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اشعار سن کر مسرور اور خوش ہوئے۔ حضرت عبد مناف کے والد
حضرت قصی جب بوڑھے ہو گئے تو انہوں نے عبد الدار کو کہا کہ میں تجھے تیرے
بھائیوں کے برابر کر آتا ہوں۔ یہ اس لیے فرمایا کہ عبد الدار اگرچہ عمر میں سب
سے بڑا تھا مگر شرافت و وجاہت میں اپنے بھائیوں کے ہم پلہ نہیں تھا چنانچہ
حرم شریف کے تمام مناصب اس کے سپرد کر دیئے۔ قصی کے رعب و ہیبت
کی وجہ سے اس وقت کسی نے اعتراض نہیں کیا مگر قصی کے بعد جب عبد الدار
اور عبد مناف کا بھی انتقال ہو گیا تو عبد مناف کے بیٹوں حضرت ہاشم، عبد شمس
مطلب اور نوفل نے اپنا حق ظاہر کیا اور چاہا کہ حرم شریف کے وظائف
عبد الدار کی اولاد سے چھین لیں اس پر قریش میں سخت اختلاف ہو گیا۔ بنو اسد
بن عبد العزیٰ اور بنو زہرہ بن کلاب اور بنو تیم بن مرہ اور بنو حارث بن فہر یہ
سب بنو عبد مناف کی طرف ہو گئے اور بنو مخزوم اور بنو سہم اور بنو جمح
اور بنو عدی بن کعب عبد الدار کی طرف ہو گئے اور بنو عبد مناف اور ان
کے حلیفوں نے قسمیں کھا کر معاہدہ کیا کہ ایک دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑیں
گے اور اتحاد و یک جہتی کے اظہار کے لیے ایک پیالہ خوشبو سے بھر کر
حرم شریف میں رکھا اور سب نے اس میں انگلیاں ڈبو دیں اس لیے
ان پانچ قبائل کو مطیبین کہتے ہیں۔ اس طرح دوسرے فریق نے بھی باہم
معاہدہ کیا اور ایک پیالہ خون سے بھر کر اس میں انگلیاں ڈبو کر چاٹ لیں
اس لیے ان پانچ قبائل کو لعقۃ الدم (خون کے چاٹنے والے) کہتے ہیں۔

غرض ہر دو فریق لڑائی کے لیے تیار ہو گئے مگر اس بات پر صلح ہو گئی کہ سقایت
و رفادت و قیادت بنو عبد مناف کو دی جائے، اور حجابت، ولواء و ندوہ
بدستور عبد الدار کے پاس رہے۔ چنانچہ ہاشم کو جو بھائیوں میں سب سے بڑے
تھے سقایت (حاجیوں کو آب زمزم پلانا) و رفادت (حاجیوں کے کھانے
پینے کا انتظام کرنا) ملی حضرت ہاشم کے بعد مطلب کو اور مطلب کے بعد
حضرت عبد المطلب کو اور عبد المطلب کے بعد حضرت ابو طالب کو ملی اور ابو طالب
نے اپنے بھائی حضرت عباس کے حوالہ کر دی، اور قیادت (امارت لشکر)
عبد شمس کو دی گئی۔ عبد شمس کے بعد اس کے بیٹے اُمیہ کو پھر اُمیہ کے بیٹے
حرب کو پھر حرب کے بیٹے ابو سفیان (صخر) کو عطا ہوئی اس لیے جنگ احد
اور احزاب میں ابو سفیان ہی قائد تھا جنگ بدر کے وقت وہ قافلہ قریش
کے ساتھ تھا اس لیے عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس امیر لشکر تھا اور دار الندوہ
(کمیٹی گھر) عبد الدار کی اولاد میں رہا یہاں تک کہ عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد
مناف بن عبد الدار نے حضرت معاویہ کے ہاتھ فروخت کر دیا انہوں نے
دار الامارت بنا لیا اور آخر کار حرم میں شامل ہو گیا اور حجابت (کعبہ کی کلید
برداری) بھی آج تک عبد الدار کی اولاد میں ہے جنہیں بنو شیبہ بھی کہتے
ہیں کیونکہ عثمان بن طلحہ کے لڑکے کا نام شیبہ تھا اور لواء بھی اس کی اولاد
میں رہا۔ چنانچہ جنگ اُحد میں جھنڈا ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ جب ایک
قتل ہو جاتا تو دوسرا اس کی جگہ لیتا اس طرح ان کی ایک جماعت قتل ہو گئی،
اور حضرت عبد مناف بن قصی کے چھ لڑکے تھے۔ (۱) مطلب (۲) نوفل
(۳) ابو عمر (۴) ابو عبیدہ (۵) عبد شمس (۶) حضرت ہاشم۔ اور مطلب بن
عبد مناف بن قصی کی اولاد اپنے کو مطلبی کہلاتے ہیں اور مطلب کے

درج ذیل بیٹے ہیں (۱) مخرمہ بن مطلب (۲) ابورھم بن مطلب (۳) اُنیس بن مطلب (۴) ہاشم بن مطلب (۵) ابوعمر بن مطلب (۶) ابوثمران بن مطلب (۷) حارث بن مطلب (۸) عمرو بن مطلب (۹) عباد بن مطلب (۱۰) محصن بن مطلب (۱۱) علقمہ بن مطلب۔ ان میں سے آگے حارث بن مطلب کے تین بیٹے ہیں (۱) ابوالحارث عبیدہ بن حارث بن مطلب (۲) طفیل بن حارث بن مطلب (۳) حصین بن حارث بن مطلب یہ تینوں بدری صحابی ہیں اور حضرت عبیدہ بن الحارث بن مطلب جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت طفیل بن الحارث بن مطلب اور حصین بن الحارث بن مطلب ۳۲ھ میں فوت ہوئے تھے اور مطلب کے جو بیٹے ہاشم ہیں ان کی اولاد سے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۰۴ھ ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے ابوعبداللہ الشافعی محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع بن السائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبدمناف بن قصی، اور حضرت عبدمناف کے دو لڑکوں ابوعمر بن عبدمناف اور عبیدہ بن عبدمناف کے حالات کا ذکر مؤرخین نہیں کرتے اور عبدمناف کے بیٹے نوفل بن عبدمناف کی اولاد اپنے کو نوفلیون کہلاتے ہیں اور عبدشمس بن عبدمناف کے آٹھ بیٹے تھے۔ (۱) حبیب بن عبدشمس (۲) امیہ اکبر (۳) عبدامیہ (۴) امیہ اصغر (۵) نوفل (۶) عبدالعزیٰ (۷) ربیعہ (۸) عبداللہ بن عبدشمس۔ ان میں سے حبیب بن عبدشمس کے آگے لڑکے سمرہ بن حبیب اور ربیعہ بن حبیب ہوئے ہیں اور ان دونوں کی آگے نسل چلی ہے اور امیہ اکبر بن عبدشمس کے بارہ لڑکے تھے اس کا ایک لڑکا حرب تھا جس کا لڑکا ابوسفیان (صخر) بن حرب بن عبدشمس ہوا ہے۔ اور عبدامیہ بن عبدشمس کے چار لڑکے تھے (۱) اسد (۲) معقل (۳) عقیل

(۴) احوص۔ اور امیہ اصغر بن عبد شمس کی بھی آگے اولاد ہے جو اپنے کو عبلات کہلاتے ہیں اور نوفل بن عبد شمس کا ایک لڑکا ابو العاصی بن نوفل بن عبد شمس تھا جو کہ کفر کی حالت میں بدر میں مقتول ہوا تھا۔ اس نوفل کے اور بھی بیٹے تھے اور عبدالعزیٰ بن عبد شمس کے دو بیٹے تھے (۱) ربیع (۲) ربیعہ اور آگے ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبد شمس کا بیٹا ابو العاص بن ربیع ہے۔ ابو العاص کا نام قاسم ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا داماد ہے۔ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے آپ کا ایک لڑکا ہوا تھا جس کا نام علی بن ابو العاص تھا۔ جب قریب البلوغ ہوئے تو فوت ہو گئے اور ایک لڑکی تھی جس کا نام امامہ بنت ابو العاص تھا۔ حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہراء کی وفات کے بعد حضرت علی نے امامہ بنت ابو العاص کے ساتھ نکاح کیا تھا اور حضرت ابو العاص بن ربیع کی وفات ۱۲ھ کی ہوئی اور ان کی آگے نسل جاری نہیں ہوئی اور ان کے دوسرے بھائی ربیعہ بن عبدالعزیٰ کی آگے نسل چلی ہے۔ اور ربیعہ بن عبد شمس کے آگے دو بیٹے تھے (۱) عتبہ بن ربیعہ (۲) شیبہ بن ربیعہ، یہ دونوں جنگ بدر میں کفر کی حالت میں مقتول ہوئے تھے اور عتبہ بن ربیعہ کے متعدد لڑکے تھے جن میں سے ایک ولید بن عتبہ حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ کے ہاتھوں جنگ بدر میں قتل ہوا تھا اور عتبہ بن ربیعہ کا ایک اور لڑکا ہیشم ابو حذیفہ بن عتبہ جنگ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ یہ افاضل صحابہ سے تھا اور جنگ یمامہ میں شہید ہوا تھا۔ اور اس عتبہ بن ربیعہ کی ایک لڑکی ہندہ تھی جو کہ حضرت معاویہ کی ماں تھی اور یزید بن معاویہ کی دادی تھی اور ابو سفیان بن حرب کی بیوی تھی۔ اور عبداللہ بن عبد شمس کی آگے کوئی اولاد نہ تھی۔

حضرت ہاشم بن عبد مناف بن قصی :

حضرت ہاشم کا نام عمرو تھا اور آپ کو ہاشم اس لیے کہتے تھے کہ ایک سال قریش میں سخت قحط پڑا اور حضرت ہاشم ملک شام سے خشک روٹیاں خرید کر ایام حج میں مکہ مکرمہ پہنچے اور روٹیوں کو چورہ کر کے اونٹوں کے گوشت کے شوربے میں ڈال کر ثرید بنایا اور لوگوں کو پیٹ بھر کر کھلایا۔ اس دن سے ان کو ہاشم (روٹیوں کا چورہ کرنے والا) کہنے لگے حضرت ہاشم اپنے باپ کے بعد قوم کے سردار ہوئے اور آپ کو سقایت و رفادت بھی ملی تھی اور آپ نے اس منصب کو نہایت خوبی کے ساتھ سرانجام دیا ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو صبح کے وقت کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر قریش کو فرمایا کرتے تھے کہ اے قریش تم خدا کے گھر کے پڑوسی ہو خدا نے بنی اسماعیل میں سے تم کو اس کی تولیت کا شرف بخشا ہے خدا کے گھر کے زائرین تمہارے پاس آ رہے ہیں وہ خدا کے مہمان ہیں اور ان کی میزبانی کا حق سب سے زیادہ تم پر ہے اس لیے تم اس گھر کے زائرین کا اکرام کرو۔ اس گھر کے رب کی قسم اگر میرے پاس کافی سرمایہ ہوتا تو میں تمہیں تکلیف نہ دیتا۔ چنانچہ میں اپنے کسب حلال کی کمائی سے دے رہا ہوں اور تم میں سے بھی جو چاہے ایسا کرے اور میں اس گھر کی حرمت کا واسطہ دے کر تم کو کہتا ہوں کہ جو شخص اللہ کے گھر کے زائرین کو اپنے مال سے دے وہ بجز حلال کمائی کے نہ دے آپ کے اس کہنے پر قریش مال دارالندوہ میں جمع کر دیتے تھے حضرت ہاشم بہت مہمان نواز تھے ان کا دستر خوان ہر وقت بچھا رہتا آپ کی پیشانی میں نور محمدی چمک رہا تھا احبار (سمجھدار علماء) میں سے جو آپ کو دیکھتا آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا۔ قبائل

عرب واحبار میں سے آپ کو شادی کے پیغام آتے مگر آپ انکار کر دیتے۔ ایک دفعہ بغرض تجارت آپ ملک شام کو گئے راستہ میں مدینہ منورہ بنو عدی بن نجار میں سے ایک شخص عمرو بن زید بن لبید خزرجی کے ہاں ٹھہرے ان کی صاحبزادی سلمٰی حسن وصورت و شرافت میں اپنی قوم کی تمام عورتوں میں ممتاز تھی۔ آپ نے اس سے شادی کر لی مگر عمرو نے ہاشم سے یہ عہد لیا کہ سلمٰی جو اولاد جنے گی وہ اپنے میکے مدینہ منورہ میں جنے گی۔ شادی کے بعد حضرت ہاشم ملکِ شام کو چلے گئے جب واپس آئے تو سلمٰی کو اپنے ساتھ مکہ مکرمہ میں لے آئے۔ حمل کے آثار محسوس ہوئے تو سلمٰی کو مدینہ منورہ میں چھوڑ کر آپ ملک شام کو چلے گئے اور وہاں غزہ میں پچیس سال کی عمر میں انتقال کیا اور غزہ میں دفن ہوئے یہ غزہ شہر مصر کی طرف اقصائے شام میں واقع ہے، مطلب نے رومان میں، عبد شمس نے مکہ میں اور نوفل نے سلمان میں وفات پائی جو عراق سے مکہ مکرمہ کے راستے میں ایک قطعہ آب ہے چونکہ ہاشم سلمٰی کو مدینہ منورہ چھوڑ گئے تھے۔ سلمٰی کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کے سر میں کچھ سفید بال تھے اس لیے اس کا نام شیبہ رکھا اور ان کو شیبۃ الحمد بھی کہتے تھے حمد کی نسبت اس کی طرف اس لیے کی گئی کہ اس سے افعال نیک سرزد ہوں گے جس کے سبب سے لوگ اس کی تعریف کیا کریں گے شیبہ سات یا آٹھ سال مدینہ منورہ میں رہے پھر مطلب کو خبر لگی تو بھتیجے کو لینے مدینہ منورہ گئے اور جب واپس آئے تو شیبہ کو اپنے پیچھے اونٹ پر سوار کیا ہوا تھا شیبہ کے کپڑے پھٹے پرانے تھے جب چاشت کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے مطلب سے پوچھا کہ یہ کون ہے مطلب نے کہا کہ یہ میرا عبد (غلام) ہے۔ اس وجہ سے شیبہ کو عبد المطلب کہنے لگے پہلے یہ ذکر ہو چکا ہے کہ عبد مناف کے بعد حضرت ہاشم قوم کے

سردار ہوئے ان کے برادر زادہ امیہ (اکبر) بن عبد شمس نے ان کی سرداری کو
تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ عسقلان کا ایک منصف ٹھہرایا گیا اس نے حضرت
ہاشم کے حق میں فیصلہ دے دیا امیہ کو اپنے چچا ہاشم سے جو اختلاف شروع ہو
گیا تھا وہ آئندہ نسلوں میں بھی منتقل ہوا۔ ہاشم اور مطلب کی اولاد ایک
جانب، اور نوفل اور عبد شمس کی اولاد ایک جانب رہا کرتی بیسیوں واقعات
ان ہر دو کی منافرت اور عداوت کے مشہور ہیں۔ چنانچہ شعب ابی طالب
میں بھی بنو ہاشم اور مطلب کی اولاد تھی۔ نوفل اور عبد شمس نے ان کا ساتھ
نہیں دیا بلکہ انہوں نے دوسرے قریش کا ساتھ دیا۔ اور بنو ہاشم سے صرف
ابولہب نے ہاشمیوں کا ساتھ نہیں دیا بلکہ دوسرے قریش کے ساتھ
مل گیا اور ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ کو کہا کہ اے عتبہ کی بیٹی میں نے لات وعزیٰ
کی مدد کی ہے اور ہاشمیوں کو چھوڑ دیا ہے۔ ہندہ نے کہا شاباش۔ ابن ہشام
نے لکھا ہے کہ جب اسلام پھیلنے لگا تو تمام قریش جمع ہوئے اور یہ فیصلہ
کیا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خلاف ایک معاہدہ کیا جائے کہ ان سے تمام
قسم کے تعلقات ختم کیے جائیں یہاں تک کہ کھانے پینے کی چیزیں بھی ان
تک نہ پہنچ سکیں اور یہ معاہدہ ایک کاغذ پر لکھا گیا اور یہ معاہدہ منصور بن عکرمہ
بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی نے لکھا اس کا ہاتھ شل
ہو گیا تھا پھر اس کاغذ کو کعبہ کے اندر لٹکا دیا گیا اور بنو ہاشم و بنو مطلب
شعب ابی طالب میں چلے گئے اور قریش نے سختی سے اس معاہدہ پر عمل کیا
باہر سے جو غلہ مکہ میں آتا وہ خود ہی خرید لیتے ہاشمیوں تک نہ پہنچنے دیتے
غرض بنو ہاشم شعب ابی طالب میں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھاتے رہے۔
حضرت ابوطالب کا یہ معمول تھا جب لوگ سو جاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو بغرض حفاظت آپ کے بستر سے اٹھاتے تاکہ دوسرے بستر پر جا لیٹیں اور آپ کے بستر پر اپنے کسی بیٹے یا بھائی کو لٹاتے جب تین سال اسی طرح گذر گئے تو اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی کہ اس معاہدہ کو دیمک اس طرح چاٹ گئی ہے کہ اللہ کے نام کے سوا اس میں کچھ نہیں رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو طالب کو بتایا کہ قریش مکہ نے جو ہمارے خلاف معاہدہ لکھ کر کعبہ میں لٹکایا ہوا تھا اس کو دیمک اس طرح چاٹ گئی ہے۔ حضرت ابوطالب نے قریش کو بتایا جب قریش نے کاغذ کو دیکھا تو اس طرح پایا جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی تو پھر قریش سے پانچ آدمیوں نے اس معاہدہ کو توڑنے کی حمایت کر دی جن کے نام یہ ہیں (۱) ہشام بن عمرو بن ربیعہ بن الحارث بن حُبَیب بن جذیمہ بن مالک بن حنبل بن عامر بن لوی (۲) زہیر بن ابی امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم (۳) مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف (۴) زمعہ بن الاسود بن المطلب بن اسد (۵) ابوالبختری العاصی بن ہشام (ہاشم) بن الحارث بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی۔ ان میں سے ابوالبختری نے کاغذ لے کر پھاڑ ڈالا۔ اس سے ظاہر ہے کہ نوفل اور عبد شمس کی اولاد بنو ہاشم اور بنو مطلب سے علیحدہ رہتی تھی بلکہ ان کے خلاف کیا کرتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہیں چنانچہ صحیح بخاری میں جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمس خیبر کی تقسیم فرماتے وقت سہم ذوی القربیٰ میں سے بنو ہاشم اور بنو مطلب ہی کو حصہ دیا تھا اور ابوداؤد و نسائی کی روایت میں ہے کہ بنو نوفل اور بنو امیہ نے بھی اس حصہ میں سے ملنے کی درخواست اس بنیاد پر کی کہ

جب بنو مطلب کو شامل کر لیا گیا ہے تو ہم کو بھی دو کہ ہم بھی استحقاق رکھتے ہیں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انما بنو ھاشم و بنو المطلب شئی واحد ھکذا و شبک بین اصابعہ بنو ھاشم اور بنو مطلب تو ایک ہی چیز ہیں پھر ایک پنجہ کی انگلیوں کو دوسرے پنجہ میں ڈال کر فرمایا اس طرح۔ اور حضرت ہاشم کے چار بیٹے تھے (۱) عبدالمطلب (۲) ابوصیفی (۳) نضلہ (۴) اسد۔ ان میں سے نضلہ بن ہاشم کا آگے بیٹا ارقم بن نضلہ ہوا ہے اور ابوصیفی کے دو بیٹے تھے (۱) عمرو بن ابوصیفی (۲) ضحاک بن ابوصیفی۔ اور اسد کی لڑکی فاطمہ بنت اسد تھی ان کا نکاح حضرت ابوطالب سے ہوا تھا اور حضرت ابوطالب کی تمام اولاد ان سے ہی تھی۔ غرضیکہ حضرت ہاشم کی نسل حضرت عبدالمطلب سے جاری ہے۔ باقی نضلہ، ابوصیفی اور اسد کی آگے نسل اور اولاد نہیں ہے۔

حضرت عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف :

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کا نام شیبہ تھا اور آپ کی والدہ کا اسم گرامی سلمیٰ تھا اور سلمیٰ کا سلسلہ نسب یہ ہے سلمیٰ بنت عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار (تیم اللات) بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر۔ اور آگے سلمیٰ کی ماں عمیرہ بنت صخر بن الحارث بن ثعلبہ بن مازن بن النجار تھی اور آگے عمیرہ کی ماں سلمیٰ بنت عبدالاشہل نجاریہ تھی، حضرت عبدالمطلب کے چچا مطلب کا انتقال یمن کی ایک بستی ردمان میں ہو گیا۔ اس کے بعد اہل مکہ کی ریاست اور سرداری حضرت عبدالمطلب کو ملی۔ سقایہ اور افادہ کی تولیت بھی حضرت

عبدالمطلب کے سپرد ہوئی۔حضرت عبدالمطلب نے اپنی قوم میں اس قدر بلند مرتبہ حاصل کر لیا کہ ان کے بزرگوں میں سے کوئی بھی اس مرتبہ کو نہ پہنچا۔آپ کی قوم آپ کو سید قریش کے نام سے پکارتی تھی۔آپ بہت بڑے فیاض اور سخی تھے۔آپ نے ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تجویز کیا تھا اور آٹھ سال تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت کا شرف بھی آپ کو ہی حاصل رہا اور چاہ زمزم عمرو بن حارث بن مضاض جرہمی نے بند کر دیا تھا اور امتداد زمانہ کی وجہ سے کسی کو یاد بھی نہ رہا تھا کہ وہ کنواں کہاں ہے بیر زمزم کا کنواں بھی عبدالمطلب نے نکالا تھا جس کا واقعہ ابن ہشام نے اپنی سیرت میں اس طرح لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عبدالمطلب نے کہا کہ میں مقام حجر اسود میں سو رہا تھا کہ ایک آنے والا آیا اس نے کہا کہ طیبہ (زمزم) کو کھودو۔میں نے پوچھا طیبہ کیا چیز ہے یہ سنتے ہی وہ میرے پاس سے چلا گیا۔دوسرے دن پھر خواب میں مجھے اشارہ ہوا کہ برّہ (زمزم) کو کھودو میں نے پوچھا وہ کیا ہے یہ سنتے ہی اشارہ کرنے والا چلا گیا۔تیسرے دن پھر خواب میں اشارہ ہوا کہ مضنونہ (زمزم) کو کھودو۔میں نے پوچھا مضنونہ کیا ہے پھر وہ چلا گیا جب چوتھا دن ہوا تھا تو پھر خواب میں کہا کہ زمزم کھودو میں نے کہا کہ زمزم کیا ہے تو اس نے کہا جو کبھی نہ سوکھے اور نہ اس کا کبھی پانی کم ہو اور وہ حج کرنے والوں کو سیراب کرے گا اور خواب میں ہی زمزم کی جگہ بھی حضرت عبدالمطلب کو دکھائی گئی۔صبح کے وقت حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لے کر جگہ کو کھودنا شروع کیا تین دن کی کھدائی کے بعد ان کو بنو جرہم کی مدفونہ اشیاء ملنے لگیں، تلواریں، زرہیں، شاہی ساز و سامان وغیرہ نیز کنوئیں کا بالائی حصہ نظر آنے لگا۔اب قریش درخواست کرنے لگے کہ

اس میں ان کو بھی شامل کر لیا جائے مگر عبد المطلب نے کسی کو بھی شامل نہ کیا قریش جھگڑے پر آمادہ ہوئے لیکن عبد المطلب نے بجائے جھگڑا کرنے کے یہ معاملہ قرعہ پر چھوڑا چنانچہ قرعہ اس طرح ڈالا گیا کہ کعبتہ اللہ کے لیے دو زرد تیر اور عبد المطلب کے لیے دو کالے تیر اور قریش کے لیے دو سفید تیر مقرر کیے گئے۔ حضرت عبد المطلب نے اللہ عزوجل سے دعا کرنی شروع کی اور تیر ڈالنے والے نے تیر ڈالے تو دونوں زرد تیر دونوں ہرنوں پر کعبتہ اللہ کے لیے نکلے، عبد المطلب کے دونوں سیاہ تیر تلواروں اور زرہوں پر نکلے اور قریش کے دونوں سفید تیر کسی چیز پر نہ نکلے جب فیصلہ حضرت عبد المطلب کے حق میں ہو گیا تو عبد المطلب نے تلواروں کو کعبتہ اللہ میں دروازے کے طور پر لگا دیا اور دروازے میں سونے کے دونوں ہرنوں کو نصب کر دیا کہتے ہیں کہ یہ پہلا سونا تھا جس سے کعبتہ اللہ کو مزین کیا گیا پھر حضرت عبد المطلب نے زمزم کو کھود کر درست کیا اور پانی کا انتظام اپنے ذمہ لیا نیز حجاج کرام کو خود پانی پلانا شروع کر دیا۔ حضرت عبد المطلب نے جب زمزم کھودنا شروع کیا تو اس وقت آپ کا ایک ہی لڑکا حارث تھا آپ نے قریش کی طرف سے جب رکاوٹیں دیکھیں تو نذر مانیں کہ اگر میرے دس بیٹے ہوئے اور وہ سن بلوغ کو پہنچ کر قریش کے مقابلے میں میری حفاظت کریں گے تو ان میں سے ایک بیٹے کو کعبتہ اللہ کے پاس اللہ تعالٰی کی خوشنودی کے لیے ذبح کروں گا جب اللہ تعالٰی نے پورے دس بیٹے دے دیے اور وہ حفاظت کرنے کے قابل ہو گئے تو ان سب کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے تم میں سے کسی ایک کو اللہ کے راستے میں قربان کرنا ہے۔ چنانچہ قرعہ ڈالا اور قرعہ حضرت عبد اللہ کے نام پر نکلا۔ حضرت عبد اللہ نے باپ کی خوشنودی اور اللہ

کی رضا کے لیے قربان ہونا منظور کر لیا لیکن حضرت ابوطالب نے مزاحمت کی کہ حضرت عبداللہ کو قربان نہیں کیا جائے گا نیز حضرت عبداللہ کے ننھیال بھی اس مزاحمت میں شریک ہو گئے آخر فیصلہ یہ ہوا کہ قرعہ اونٹوں پر ڈالنا چاہیے اور جب ہی حضرت عبداللہ کو چھوڑ کر اونٹوں کا قرعہ نکلے اتنے اونٹ قربان کر دینے چاہئیں۔ قرعہ کا آغاز دس اونٹوں سے کیا گیا پھر بیس، پھر تیس، چالیس پچاس، ساٹھ، ستر، اسی، نوے تک بڑھاتے گئے۔ ہر دفعہ حضرت عبداللہ کا نام نکلا لیکن جب اونٹوں کی تعداد سو تک کر دی گئی تب قرعہ اونٹوں پر نکل آیا اور حضرت عبدالمطلب نے اپنی منت کے بدلے سو اونٹ قربان کر دیے (سیرت ابن ہشام ص۱۸۰ ج ۱) چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد میں کوئی بھی مشرک وغیرہ نہیں ہوا بلکہ تمام مومن و موحد تھے تو حضرت عبدالمطلب بھی مومن موحد اور مسلمان تھے چنانچہ آپ ہر سال ماہ رمضان کوہِ حرا میں جا کر گوشہ نشین ہو کر خدا کو یاد کرتے آپ شراب و زنا کو حرام جانتے تھے اور نکاح محارم سے لوگوں کو منع کرتے تھے اور بحالت برہنگی طواف کعبہ سے منع کرتے تھے اور لڑکیوں کو قتل کرنے اور زندہ در گور کرنے سے بھی رد کتے تھے، چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم کرتے تھے آپ بہت بڑے مستجاب الدعوات تھے جب قریش کو کوئی حادثہ پیش آتا یا قحط وغیرہ پڑ جاتا تو قریش حضرت عبدالمطلب کو ساتھ لے کر پہاڑ پر چڑھ کر بارگاہ خداوندی میں ان کو وسیلہ بنا کر دعا مانگتے تھے تو دعا مقبول ہو جاتی تھی۔ ابرھہ بادشاہ نے جب مکہ مکرمہ پر حملہ کیا تو آپ اپنے خاندان کے چند آدمیوں کو لے کر خانہ کعبہ میں گئے اور دعا مانگی اللہ تعالےٰ نے ابرھہ کے لشکر کو تباہ کیا حضرت عبدالمطلب نے خدا تعالےٰ کا شکر ادا کیا آپ کی یہ کرامت دور دور تک مشہور ہو گئی اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے دادا پاک حضرت عبدالمطلب کا نام لے کر فخر فرمایا کرتے تھے چنانچہ غزوۂ حنین میں کفار کے مقابلے میں آپ نے رجز پڑھتے ہوئے فرمایا تھا ؎

انا النبی لا کذب   انا ابن عبد المطلب

کہ میں سچا نبی ہوں میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں، اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس کے نام پر فخر کریں۔ اس کے مومن اور مسلمان ہونے میں کیا شک ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے ۸۲ سال کی عمر پائی اور وفات تقریباً ۵۷۹ء ہے۔ حضرت عبدالمطلب کے بارہ[۱۲] بیٹے تھے (۱) عباس (۲) حمزہ (۳) حضرت عبداللہ (۴) ابوطالب (۵) زبیر (۶) حارث (۷) حجل (۸) مقوم (۹) ابولہب (۱۰) مغیرہ (۱۱) ضرار (۱۲) مصعب اور سات بیٹیاں تھیں (۱) صفیہ (۲) ام حکیم (۳) البیضاء (۴) عاتکہ (۵) امیمہ (۶) اروی (۷) برہ حضرت عباس اور ضرار کی ماں نتیلہ بنت جناب بن کلیب بن مالک بن عمرو بن عامر بن زید بن مناۃ بن عامر (ضحیان) بن سعد بن الخزرج بن تیم الات بن النمر بن قاسط بن ھنب بن افصی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار ہے۔ حضرت حمزہ، مقوم، حجل اور صفیہ کی ماں کا نام ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب ہے اور حضرت عبداللہ، ابوطالب، زبیر اور ام حکیم بیضاء، امیمہ، اروی، برہ، اور عاتکہ کی ماں کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (قریش) تھا اور آگے فاطمہ بنت عمر کی ماں صخرہ تھی اس کا نسب یہ ہے صخرہ بنت عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (قریش) اور آگے صخرہ کی ماں تخمر بنت عبد بن قصی بن کلاب بن مُرّہ بن کعب

دربار مارکیٹ ۔ لاہور

Email: zaviapublishers@gm